ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
25
www.tanzeem.org
12 تا 18 رمضان المبارک 1436ھ/30 جون تا 6 جولائی 2015ء

اس شمارے میں

پاکستان اور افغانستان

روزے کی حکمت و فلسفہ

دعاؤں میں اثر دے دے!

اعتکاف کی فضیلت و احکام

موسم بہار نیکیوں کا یا تحائف کا؟

رمضان المبارک اور ہمارا معاشرہ

بھارت کے جارحانہ عزائم

صف بندیاں ہو رہی ہیں

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

دن کا روزہ، رات کا قیام

قارئین!! رمضان ہدایت کا مہینہ ہے اور قرآن ہدایت کی کتاب۔ دن کے روزے اور رات کے قیام میں بہت گہرا تعلق ہے۔ کھانا اور سو لینا دنیا کا بے کار مشغلہ ہے۔ یہ دنیا اگر کھانا اور سونا کبھی چھوڑ بھی دیتی ہے تو اس کے پیچھے کوئی اعلیٰ مقصد نہیں ہوتا۔ یہاں کھانے کی قربانی تقریباً کھانے کے لیے ہی ہوتی ہے۔ ہدایت دراصل یہ ہے کہ آدمی جینے کی غرض جانے اور اعلیٰ زندگی کا راز پائے۔ ''تقویٰ'' اس اعلیٰ اور ارفع زندگی کا ہی دوسرا نام ہے۔ یوں سمجھیں کہ روزے اور قیام کی ایک ماہ کی محنت بس اسی مقصد کے لیے ہے۔ اس عمل سے اگر ہدایت کا یہ احساس برآمد نہ ہوا، بلند مقصد کے لیے جینے اور مرنے کا حوصلہ پیدا نہ ہوا، اس ایک ماہ میں اگر بندگی کا عہد پختہ نہ ہوا، اپنے روزوں کی شکل میں اللہ کو ہم اگر اپنا آپ پیش نہ کر سکے تو بھائیو! اللہ کو غلے اور اناج کی کمی تو درپیش نہیں! اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ عبادت جو ہے ہی ایک مقصد کا نام، وہ ہمارے ہاتھوں بے مقصد ہو کر رہ جائے! تب اسے عبادت کہا ہی نہیں جا سکتا۔ اسی لیے امام ابن تیمیہؒ ایسے عمل کے لیے عادت کا لفظ بہتر قرار دیتے ہیں! عبادت تو وہ ہے جو آپ کو بندگی کے احساس کے ساتھ اللہ کے سامنے بے حس و حرکت کھڑا کر دے اور اس (عبادت) کے بار بار کرنے پر بندگی کے اصل رشتے کی خود بخود تجدید ہوتی رہے، بندگی کے اس رشتے کی تجدید، جو کہ اصل ایمان ہے۔

حامد کمال الدین

والدین کے حقوق

سورۃ بنی اسرآءیل | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیات: 23، 24

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝

آیت ۲۳ ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ﴾ ’’اور فیصلہ کر دیا ہے آپؐ کے رب نے کہ مت عبادت کرو کسی کی سوائے اُس کے‘ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔‘‘

اللہ کے حقوق کے فوراً بعد والدین کے حقوق ادا کرنے کی تاکید اس سے پہلے ہم سورۃ البقرۃ کی آیت 83 اور سورۃ النساء کی آیت 36 میں بھی پڑھ آئے ہیں۔ اس کے بعد سورۂ لقمان کی آیت 14 میں یہی حکم چوتھی مرتبہ آئے گا۔

﴿اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا﴾ ’’اگر پہنچ جائیں تمہارے پاس بڑھاپے کو ان میں سے کوئی ایک یا دونوں‘‘

﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝﴾ ’’تو انہیں اُف تک مت کہو اور نہ انہیں جھڑکو‘ اور ان سے بات کرو نرمی کے ساتھ۔‘‘

اگر کبھی والدین کی بات کو ٹالنا بھی پڑ جائے تو حکمت اور نرمی کے ساتھ ایسا کیا جائے۔ عقل اور منطق کے بل پر سینہ تان کر یوں جواب نہ دیا جائے کہ ان کا دل دکھے۔

آیت ۲۴ ﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾ ’’اور جھکائے رکھو ان کے سامنے اپنے بازو عاجزی اور نیاز مندی سے‘‘

جب بھی اپنے والدین کے سامنے آؤ تو تمہاری چال ڈھال اور گفتگو کے انداز سے عاجزی و انکساری اور ادب و احترام کا اظہار ہونا چاہیے۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝﴾ ’’اور دعا کرتے رہو: اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسے کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے حضور ہر وقت ان کے لیے دعا گو رہنا چاہیے کہ اے اللہ جب میں ضعیف‘ کمزور اور محتاج تھا تو انہوں نے میری غذا‘ میرے آرام اور میری دوسری ضروریات کا انتظام کیا۔ اب میں تو ان کے ان احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتا۔ اس لیے میں تجھی سے درخواست کرتا ہوں کہ تو ان پر رحم فرما اور اپنی خصوصی شفقت اور مہربانی سے اُن کی خطاؤں کو معاف فرما دے۔

فرمان نبویؐ

جنت اور بوڑھے والدین

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((رَغِمَ اَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُهُ، ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُهُ)) قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: ((مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَهُ الْكِبَرُ اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَيْهِمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ)) (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ناک خاک آلود ہوگئی، پھر ناک خاک آلود ہوگئی، پھر ناک خاک آلود ہوگئی۔ عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول وہ کون آدمی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جس نے اپنے والدین میں سے ایک یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا (ان کی خدمت کر کے) پھر جنت میں داخل نہ ہوا۔‘‘

تشریح: حضور ﷺ نے اس شخص پر رنج اور افسوس کا اظہار فرمایا ہے جو اپنے بوڑھے والدین کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرنے کے باعث ذلت اور رُسوائی کا مستحق ٹھہرا اور اس کوتاہی کی وجہ سے بہشت سے محروم ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

پاکستان اور افغانستان

پاکستان اور افغانستان کے تعلقات میں روزِ اول سے تلخی رہی ہے۔ افغانستان دنیا کا واحد ملک ہے جس نے پاکستان کی اقوام متحدہ میں شمولیت کی مخالفت کی تھی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ عبدالغفار خان جو بعد میں سرحدی گاندھی کے نام سے مشہور ہوئے، وہ پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ میں پختونوں کے قائد سمجھے جاتے تھے۔ کسی زمانہ میں وہ جمعیت علمائے اسلام ہند میں ایک رضا کار کی حیثیت سے شامل رہے۔ مسلم لیگ اور اس کی قیادت کے لیے اُن کے دل میں کبھی نرم گوشہ نہ رہا۔ دینی جماعت سے الگ ہو کر جب اُنہوں نے قومی سطح پر عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تو کانگرس میں شامل ہو گئے۔ تقسیم ہند کے وقت صوبہ سرحد میں کانگرس کی حکومت تھی اور عبدالغفار خان کے برادر خورد ڈاکٹر خان صاحب صوبہ کے وزیر اعلیٰ تھے۔ جب کانگرس نے تقسیم کا فارمولا یعنی قیام پاکستان کو تسلیم کر لیا تو عبدالغفار خان نے اپنے باطن کا خبث پنڈت نہرو کو یہ کہتے ہوئے ظاہر کیا ”آپ ہمیں بھیڑیوں کے سپرد کر رہے ہیں“۔ لیکن ریفرنڈم میں صوبہ سرحد کے عوام نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا اور کانگرسی حکومت کی ریفرنڈم کے بائیکاٹ کرنے کی کال مسترد کر دی۔ ڈاکٹر خان صاحب نے قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے جھنڈے کو سلامی دینے سے انکار کر دیا جس پر قائداعظم نے ڈاکٹر خان صاحب کی صوبائی حکومت کو برطرف کر دیا۔ اس پر غفار خان کی پاکستان دشمنی میں مزید اضافہ ہوا۔ غفار خان کے چونکہ افغانستان کے حکمرانوں کے ساتھ بڑے قریبی تعلقات تھے، لہٰذا انہوں نے دونوں ممالک کے تعلقات کو بگاڑنے میں باقاعدہ اور اہم رول ادا کیا۔

افغانستان سے تعلقات میں بگاڑ کی دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ بھارت نے تقسیم ہند کو بڑی مجبوری اور کراہت سے قبول کیا تھا۔ بھارت نے ریاستی سطح پر چونکہ روزِ اول سے چانکیہ فلسفہ کو بطور پالیسی اپنایا ہوا ہے جس کی بنیاد یہ ہے کہ اپنے ہمسائے کو دشمن جانو اور اپنے ہمسائے کے ہمسائے کو دوست بناؤ، لہٰذا بھارت نے اپنے ہمسائے پاکستان کی دشمنی میں پاکستان کے ہمسائے افغانستان کو دوست بنایا اور اُسے ہمیشہ پاکستان سے دشمنی اور زیادتی کی ترغیب دی۔ اس حوالہ سے یقیناً پاکستان کی طرف سے بھی بعض حماقتیں سرزد ہوئیں۔ مثلاً افغانستان کو کبھی برابری پر دوست بنانے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ اُسے اپنے زیر اثر لانے کی کوشش کی گئی۔ اُسے کنٹرول کرنے کی کوشش کی گئی۔ strategic depth کا تصور اس انداز میں دیا گیا جیسے افغانستان پاکستان کی زیر دست ریاست ہے۔ صرف ملا عمر کے دور میں افغانستان اور پاکستان کے تعلقات خوشگوار ہی نہیں شاندار رہے۔ پاکستان دنیا کے اُن تین ممالک میں سے ایک تھا جس نے افغان طالبان کی حکومت کو تسلیم کیا۔ نائن الیون کے بعد امریکہ نے افغانستان کے خلاف جارحیت کا

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
12 تا 18 رمضان المبارک 1436ھ جلد 24
30 جون تا 6 جولائی 2015ء شمارہ 25
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ارتکاب کیا اور افغانستان پر قبضہ کرلیا۔ بدقسمتی سے پاکستان نے امریکی قوت سے خوفزدہ ہوکر اس ننگی جارحیت کا ساتھ دیا۔ امریکہ نے افغانستان پر کٹھ پتلی حکومت مسلط کرنا چاہی تو پاکستان کی حکومت خصوصاً اسٹیبلشمنٹ کو صرف ایک ہی مسئلہ تھا کہ افغانستان میں بھارت کی حمایتی حکومت نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ وہاں جو جی چاہے کرو۔ افغانستان کی صدارت کے لیے حامد کرزئی اور عبداللہ عبداللہ میں مقابلہ تھا۔ عبداللہ عبداللہ کو بھارت کا دوست قرار دیتے ہوئے پاکستان نے حامد کرزئی کی حمایت کی، لیکن پاکستان کی توقعات کے برعکس کرزئی امریکی ڈکٹیشن پر پاکستان کا بازو مروڑتا رہا۔ حامد کرزئی کا دور ختم ہوتے ہی امریکہ اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ افغانستان کے مسئلہ پر پاکستان کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ اشرف غنی جب صدر منتخب ہوا تو امریکہ نے اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہ انہیں افغانستان میں پاکستان کے تعاون کی اشد ضرورت ہے اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ کے پاکستان سے مذاکرات کروائے دونوں ممالک کے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ امریکہ اور برطانیہ اِس معاہدے کے ضامن طے پائے۔ اصولی طور پر فیصلہ کیا گیا کہ افغانستان سے پاکستان میں دہشت گردی کرنے والے عناصر کی افغانستان کی حکومت سرکوبی کرے گی۔ علاوہ ازیں ملا فضل اللہ کو پاکستان کے حوالے کیا جائے گا۔ دوسری طرف، پاکستان افغان طالبان پر پریشر ڈالے گا کہ وہ اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ کی حکومت میں شامل ہو جائیں اور دونوں فریق مل کر افغانستان میں حکومت کریں۔ علاوہ ازیں افغانستان میں بھارت کے کردار کو بہت محدود کر دیا جائے گا۔ لیکن یہ عہد و پیمان دونوں طرف سے پورے نہ ہوئے۔ پاکستان افغان طالبان کے موقف میں تبدیلی نہ لا سکا۔ اس پر امریکہ اور افغانستان کو یہ اعتراض ہے کہ پاکستان نے بدنیتی کا مظاہرہ کیا ہے اور افغان طالبان پر اتنا دباؤ ڈالا ہی نہیں کہ اُن کا موقف تبدیل ہوتا۔ دوسری طرف، افغان طالبان کے ذرائع دعویٰ کررہے ہیں کہ پاکستان ان پر افغان حکومت سے سمجھوتہ کے لیے شدید دباؤ ڈال رہا ہے۔ اُدھر افغانستان بھی مولوی فضل اللہ کو راہ راست پر لانے یا اسے پاکستان کے حوالے کرنے میں ناکام رہا۔ لہٰذا موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھارت ایک مرتبہ پھر پاکستان اور افغانستان کو آمنے سامنے لانے کے لیے متحرک ہو چکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ افغانستان میں اس قدر زچ ہو چکا ہے کہ اسے پاکستان صرف اس صورت میں قبول ہے اگر وہ یعنی پاکستان امریکہ کے لیے افغانستان میں کوئی باعزت راستہ ہموار کردے اور افغانستان سے امریکہ کے انخلاء کو فتح مندانہ بنا دے، یعنی امریکہ کی شکست کو فتح کا لبادہ اوڑھا دیا جائے۔ تاکہ دنیا میں اس کا سپریم پاور ہونے کا بھرم قائم رہے اور پھر یہ کہ اُسے کمزور جانتے ہوئے کہیں دنیا میں دوسرے مقامات پر بھی امریکی مفادات پر ضرب نہ لگائی جائے پاکستان اگر یہ رول ادا کرے تو پاکستان قابلِ قبول ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ مستقبل میں پاکستان اور افغانستان کے اچھے اور دوستانہ تعلقات اس خطے میں انتہائی اہم رول ادا کرسکتے ہیں بلکہ صحیح معنوں میں تاریخ کا ایسا رخ متعین کرسکتے ہیں۔ جو آج اگرچہ انتہائی مشکل بلکہ ناممکن دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اگر یہ ہوجائے تو تاریخ کا دھارا اپنا رخ بدل لے گا۔ عرب ہر لحاظ سے خصوصاً مادی وسائل کے حوالے سے روز بروز اپنی اہمیت کھورہے ہیں۔ وسطی ایشیا میں موجود معدنی دولت عالمی قوتوں کی نگاہ میں آچکی ہے۔ پاکستان اور افغانستان بھی اس دولت سے مالا مال ہیں۔ پھر یہ کہ وسطی ایشیا سے رابطہ کے لیے دنیا ان دونوں ممالک کی کافی حد تک محتاج ہے۔ پاک چائنہ اکنامک کوریڈور اس معدنی دولت کو عالمی مارکیٹ کے لیے ایک اچھا، صاف ستھرا اور آسان راستہ مہیا کرے گا۔ جس سے پاکستان، افغانستان اور وسطی ایشیا کا اقتصادی لحاظ سے ایک انتہائی مضبوط مسلم ممالک کا گروپ ابھر سکتا ہے۔ آج کی صحافتی زبان میں علاقے کی قسمت بدل جائے گی۔ اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ آج عسکری اور سیاسی لحاظ سے مضبوط ملک ہونے کے لیے اقتصادی طور پر مضبوط ہونا بنیادی شرط ہے۔ پاکستان اور افغانستان کے اچھے اور خوشگوار تعلقات ان دو ممالک ہی کے لیے نہیں امت مسلمہ کے نئے جنم اور دنیا میں اپنی حیثیت منوانے کے لیے از حد ضروری ہیں، لازم ہیں، ناگزیر ہیں۔ پاکستان کے مقتدر طبقات کو اِن حقائق کو سمجھنا چاہیے۔ اولاً یہ کہ افغانستان کی صرف وہ حکومت پاکستان کی خیرخواہ ہوگی جو وہاں اسلام کے حوالہ سے قائم ہوگی اور ثانیاً یہ کہ کسی کو کمتر جان کر اس سے تعلقات قائم کرنا نتیجہ کے حوالہ سے کبھی خیر برآمد نہیں کرتا۔ افغانیوں کو یہ جاننا چاہیے کہ امریکہ اور بھارت کسی ایسے ملک کے دوست اور محسن نہیں ہوسکتے جو نام کا بھی مسلمان ہو۔ وہ وقت آنے پر یقیناً اُس کی پیٹھ میں چُھرا گھونپیں گے۔ وہ اُس سے صرف مطلب براری کا معاملہ کریں گے۔ پاکستان اور افغانستان نہ صرف مسلم ممالک ہیں بلکہ دیوار بردیوار ہمسایہ بھی ہیں۔ اِن کے مفادات مشترک ہیں۔ پاکستان اور افغانستان اگر یک جان دو قالب ہوجائیں تو ان شاءاللہ العزیز یہیں سے عالمی نظام خلافت کی بنیاد قائم ہوجائے گی۔ ان شاءاللہ!

☆☆☆

روزے کی حکمت و فلسفہ
اور دورۂ ترجمۂ قرآن کی روایت

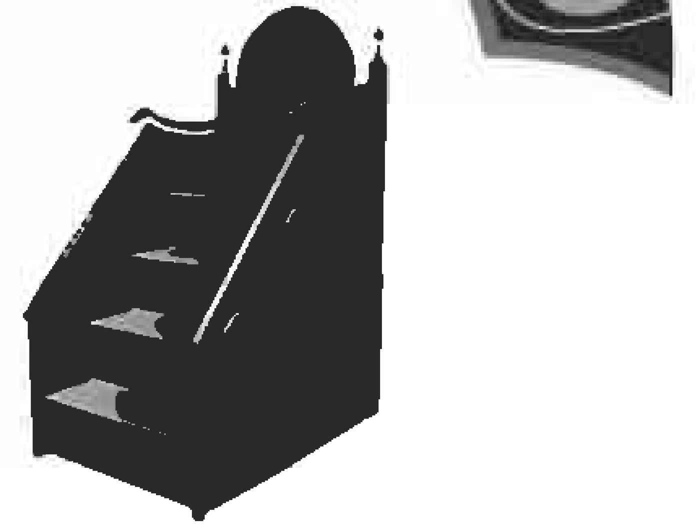

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن ڈاکٹر عارف رشیدؒ کے 19 جون 2015ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: حافظ محمد زاہد

ماہ رمضان المبارک کے دوران ”دورۂ ترجمہ قرآن“ کا پروگرام تقریباً 32 برس سے تسلسل اور دوام کے ساتھ اس مسجد میں جاری ہے۔ 1984ء میں والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے دورۂ ترجمہ قرآن کا آغاز کیا تھا۔ شروع کے دنوں میں واقعتاً بہت مشکل محسوس ہو رہا تھا کہ یہ پروگرام اس طرح جاری و ساری رہے گا اور اس کی تکمیل بھی ہوگی۔ پھر علماء کی طرف سے بھی اس کی مخالفت ہوئی تھی کہ آپ کس بنیاد پر لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ پوری رات آپ کے ساتھ جاگیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے کہا کہ میں نے مجبور کب کیا! جس کے اندر حق کی طلب اور کوئی پیاس موجود ہے اور وہ قرآن حکیم کو سمجھنا چاہتا ہے اور اس مہینے کو غنیمت جانتے ہوئے اگر وہ ازخود چل کر آ رہا ہے تو ظاہر ہے میں اس کو اپنے سے دور تو نہیں کروں گا، البتہ یہ کوئی واجب یا فرض کے درجے میں نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحبؒ شرکاء سے ان کے تاثرات بھی پوچھا کرتے تھے۔ اکثر و بیشتر کا یہی کہنا تھا کہ ہمیں تو زندگی میں پہلی مرتبہ معلوم ہوا ہے کہ قرآن حکیم میں یہ پیغام موجود ہے جو لوگوں تک پہنچایا ہی نہیں گیا۔

مست رکھو ذکر و فکرِ صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں اسے

اب قرآن حکیم کو ترجمہ سمیت پڑھنے اور اس کی تفہیم کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارا رب اور ہمارا خالق ہم سے چاہتا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پروگرام کو شرف قبولیت حاصل ہوا ہے اور اس وقت پاکستان میں کم و بیش تین سو مقامات پر دورۂ ترجمہ قرآن کی نشستیں ہو رہی ہیں۔ ہر جگہ لوگوں کی شرکت دیدنی ہے۔

وہ پیغام جس کا آغاز ڈاکٹر صاحبؒ نے کیا تھا، اسے دوسرے لوگوں تک پہنچانے کے لیے 1972ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن قائم ہوئی تھی اور اس کی دعوت کا اصل یہ تھا: ((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ)) ”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور دوسروں کو سکھائے“۔ یہاں ایک شے محذوف ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن کا علم حاصل کر کے اس پر عمل بھی کرے، ورنہ انسان کا ذہن اگر معلومات کا ایک خزینہ بن جائے اور اس کی عملی زندگی اور اس کے سیرت و کردار میں اس کا کوئی ریفلیکشن اور کوئی پرتو نظر نہ آئے تو یہ معاملہ نفع بخش کے بجائے نقصان دہ ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَزُوْلُ قَدَمُ ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ اَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَ اَبْلَاهُ، وَمَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ اَنْفَقَهٗ، وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ)) (ترمذی)

”قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں پیشی کے دوران آدمی کے پاؤں اپنی جگہ سے سرک نہ سکیں گے جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کر لی جائے: (1) اس کی پوری زندگی کے بارے میں کہ کن کاموں اور مشغلوں میں اس کو ختم کیا؟ (2) اس کی جوانی کے بارے میں کہ کن مشغلوں میں بوسیدہ اور پرانا کیا؟ (3) مال و دولت کے بارے میں کہ کہاں سے (کن طریقوں اور راستوں سے) حاصل کیا؟ (4) اس مال کو کہاں (کن کاموں اور کن راہوں میں) خرچ کیا؟ (5) علم کے بارے میں کہ اس پر کتنا عمل کیا“۔

قرآن حکیم کا پڑھنا، سمجھنا اور اس پر غور و فکر کرنا بہت مبارک ہے، لیکن اصل مطلوب قرآن حکیم پر عمل کرنا، اسے اپنا لائحہ عمل بنانا اور اس کی راہنمائی میں اپنی زندگی بسر کرنا ہے۔ اس دورۂ ترجمہ قرآن کا اصل حاصل بھی یہی ہے کہ سال کے ایک مہینہ یعنی ماہ رمضان المبارک کی راتوں کو اس کام کے لیے متعین کر لو۔

یہ چند باتیں میں نے تمہیدی نوعیت کی رکھیں۔ اب سورۃ البقرۃ کے 23ویں رکوع کی طرف آتے ہیں جو روزے کے حوالے سے قرآن حکیم کا بہت جامع مقام ہے۔ رمضان المبارک کے روزے کیوں فرض کیے گئے، اس کی حکمت اور غرض و غایت کیا ہے، اس کے احکام کیا ہیں، آیا یہ روزے صرف مسلمانوں پر فرض کیے گئے یا پہلی اقوام پر بھی فرض کیے گئے تھے، روزے کا اصل حاصل کیا ہے، یہ تمام موضوعات قرآن مجید کے اس مقام پر سمیٹ دیے گئے ہیں۔

اگر ہم اپنے ذہن میں وہ حدیث رکھیں جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں: ((اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ)) (صحیح البخاری) ”روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا“ تو اس درجے کی مستند عبادت کے لیے رمضان المبارک کو منتخب فرمانے میں بھی کوئی حکمت ہے۔ اس حکمت کو بھی اسی رکوع (آیت 185) میں بیان کر دیا

گیا:﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ ''(روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا''۔ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ مبارک میں جو قرآن نازل فرمایا' اس کی بنیاد پر روزے جیسی افضل عبادت اس مہینے میں فرض کی گئی۔ پھر اسی ماہ میں لیلۃ القدر ہے جس میں قرآن آسمانِ دنیا تک نازل ہوا اور اس رات کی فضیلت یہ ہے کہ اس رات کی عبادت ایک ہزار مہینے کی مسلسل عبادت پر بھاری ہے۔ ہم نے صرف 27ویں شب کو لیلۃ القدر تسلیم کر لیا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لیلۃ القدر کو ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو''۔ اس طرح کم سے کم رمضان کی پانچ راتیں تو ایسی ہیں جن کے بارے میں گمان ہو سکتا ہے کہ وہ لیلۃ القدر ہے۔

آج رمضان، قرآن اور تمام عبادات کے ساتھ ایک مسلمان کا تعلق صرف ظاہر کی حد تک رہ گیا ہے اور انسان کا باطن اس تعلق سے محروم ہے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں آپ کو مساجد کے اندر جو رونق نظر آتی ہے وہ رمضان کے بعد نظر نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں ہمیں اپنی نفسانی خواہشات کو کنٹرول میں رکھنے کی مشق کرائی ہے تو اس کا تسلسل برقرار رہنا چاہیے۔ افسوس کا مقام ہے کہ اکثر و بیشتر معاملات میں یہ اثرات صرف ظاہر میں ہوتے ہیں اور باطن خالی رہتا ہے۔

رہ گئی رسم اذاں، روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی

یہ عبادت صرف مسلمانوں پر فرض نہیں کی گئی' بلکہ پہلی امتوں پر بھی روزے فرض تھے اور ان کے ہاں تو روزے کے احکامات بڑے سخت تھے۔ رات کو جیسے ہی آنکھ لگ گئی تو روزے کا دورانیہ شروع ہو گیا۔ اب وہ روزہ چلے گا مسلسل پوری رات بھی اور اگلا پورا دن بھی اور پھر غروب آفتاب پر جا کر افطار کا وقت ہوگا۔ اس طرح ان کے روزے کا دورانیہ ہمارے دورانیے سے کم از کم بھی ڈیڑھ یا پونے دوگنا زیادہ تھا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل اور بڑا انعام ہے ہم پر کہ اُس نے ان احکامات میں ہمارے لیے تخفیف کر دی۔ لیکن ایک چیز دونوں میں مشترک ہے کہ روزے کی فرضیت کا اصل مقصد تقویٰ کا پیدا ہونا ہے۔

نماز صرف ایک فزیکل ایکسرسائز نہیں ہے۔ ڈاکٹر حضرات نماز کے ہر رکن کے جسمانی فوائد بھی بتائیں گے' لیکن اس کا اصل مقصد ''اللہ کی یاد'' ہے۔ اسی طرح روزے کی اصل روح تقویٰ ہے۔ آپ نے 16 گھنٹے کا طویل روزہ رکھا ہے' لیکن اگر تقویٰ اور خدا خوفی کا احساس پیدا نہ ہوا تو اس روزے کا کوئی حاصل نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ))

(سنن ابی داؤد)

''جو شخص (روزہ رکھ کر) جھوٹی بات بنانا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ محض اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔''

حضور ﷺ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ جس شخص کے اندر تقویٰ پیدا نہ ہوا اس کا روزہ نہیں' لیکن آپؐ نے خاص طور پر فرمایا کہ جو شخص بھی روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا اور گناہوں پر عمل کرنا ترک نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کو قطعاً کوئی غرض نہیں ہے کہ وہ صبح سے شام تک بھوکا پیاسا بیٹھا رہے۔ اس حدیث میں جن دو چیزوں کی نشاندہی کی گئی ان میں ایک جھوٹ بولنا ہے' اور یہ بہت عام ہے۔ اس معاشرے میں اگر آپ جھوٹ پکڑنے کی کوئی مشین نصب کریں تو معلوم ہوگا کہ یہاں کتنے بڑے پیمانے پر جھوٹ بولا جاتا ہے۔

دوسری بات آپ ﷺ نے یہ فرمائی کہ جو جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے۔ اس میں ہر نوع کا منکر اور گناہ شامل ہے۔ اس میں بے حیائی بھی آ گئی' فحش گفتگو بھی آ گئی' گالم گلوچ بھی آ گئی' وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت بھی آ گئی۔ اب جو شخص روزے کی حالت میں ان باتوں پر عمل کرنا ترک نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے سے کوئی غرض نہیں۔ یہ بڑے سخت الفاظ ہمیں جھنجوڑنے کے لیے ہیں' جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے روزے کے ظاہر پر پوری توجہ مرکوز رکھی ہوئی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ کن چیزوں سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے' کن سے ٹوٹ جاتا ہے' کن سے قضا لازم آتی ہے اور کن سے کفارہ لازم آتا ہے لیکن روزے کی روح یعنی تقویٰ کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔

ہم میں سے اکثر کا معاملہ یہ ہے کہ ہم نے نماز کے ظاہری ڈھانچے کو تو برقرار رکھا ہوا ہے' لیکن نماز کی روح سے ہم بالکل عاری ہیں۔ ہم قرآن تو پڑھتے ہیں لیکن جن چیزوں سے قرآن روک رہا ہے ان سے رکنے کو ہم تیار نہیں ہیں' اور دوسری طرف ہم اس تلاوت پر ثواب کے امیدوار بھی ہیں۔ اس بارے میں مولانا یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص قرآن حکیم کی تلاوت کر کے ثواب کے بڑے ڈھیر جمع کر لے' لیکن قرآن حکیم کی حرام کی ہوئی شے کو اپنے لیے جائز قرار دینا' قرآن نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان پر عمل پیرا ہونا' قرآن حکیم کی تفہیم اور اس کی تدریس سے غافل ہونا' قرآن کو سمجھ کر نہ پڑھنا' یہ اتنے بڑے گناہ ہیں کہ ان کے مقابلے میں نیکیوں کا پلڑا ممکن ہے نیچے رہ جائے۔ اسی طرح روزے کا معاملہ ہے کہ ہم اس کی برکات کے امیدوار تو ہیں لیکن جھوٹ سے، غیبت سے اور دوسری برائیوں سے باز آنے والے نہیں ہیں۔

یہ آدم زاد دو چیزوں کا مرکب ہے۔ ایک اس کا حیوانی وجود ہے جو کسی حیوان سے کم نہیں ہے۔ انسان اگر شرم و حیا کو اتار کر پھینک دے تو کوئی حیوان' حیوانیت میں انسان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ حقیقت ہے اور پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا اس کے سب سے بڑے گواہ ہیں۔ ایسی ایسی خبریں سننے اور پڑھنے کو ملتی ہیں کہ آدمی تصور نہیں کر سکتا کہ کوئی انسان یہ کام کر سکتا ہے۔ واقعتاً حیوانوں سے بھی گئے گزرے ہیں اور انہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے: ﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ(6)﴾ ''پھر ہم نے لوٹا دیا اس کو پست ترین حالت کی طرف''۔ گویا شرف انسانیت کا لبادہ اتار کے پھینک دیا اور مکمل حیوان بلکہ حیوان سے بھی گئے گزرے بن گئے۔

دوسری طرف ایک ہمارا روحانی وجود ہے جس کے بارے میں سورۃ التین میں ہی فرمایا گیا: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ ''ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا''۔ احسن تقویم اور اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر ایک روح موجود ہے جس کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا ہے: ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ﴾ ''اور (اے نبی ﷺ!) یہ لوگ آپؐ سے پوچھتے ہیں روح کے بارے میں۔ آپؐ فرما دیجیے کہ روح میرے رب کے امر میں سے ہے''۔

یہ روح ہی ہے جو ہمیں باقی حیوانات سے ممیز کرتی ہے اور اسی روح ربانی کی وجہ سے ہمارے اندر نیکی اور بدی کی تمیز پیدا ہوئی ہے اور اسی وجہ سے ہمارے اندر ایک ضمیر نامی شے ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا ((اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ)) یعنی تمہارے اندر ایک مفتی اللہ نے پیدا کر رکھا ہے اور اسے معلوم ہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط

لہٰذا اپنے دل کے مفتی سے پوچھ لیا کرو۔

ہمارے خاکی وجود کو زندہ رہنے کے لیے ہوا‘ پانی اور خوراک چاہیے۔ ان میں سے کسی ایک کو سلب کر لیں تو ہماری موت واقع ہو جائے گی۔ اسی طرح ہمارے روحانی وجود کو بھی خوراک کی ضرورت ہے‘ لہٰذا ہمیں اپنی روح کی بھی فکر کرنی چاہیے۔ وہ روح اگر کہیں بالکل لاغر ہو چکی ہے یا سسک رہی ہے، ہمارے حیوانی تقاضے اس درجے غالب آ گئے ہیں کہ روح کو اندر سانس لینے اور اپنے رب سے تعلق قائم کرنے کا موقع نہیں مل رہا تو اس روح کو زندۂ جاوید رکھنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ اس ماہ مبارک میں ہمیں موقع میسر آتا ہے کہ ہم اپنی روح کا اپنے رب کے ساتھ ایک تعلق قائم کر لیں۔

ہمارا حال یہ ہے کہ ہمیں حیوانی وجود کی تو خوب فکر ہے اور اگر اسے تھوڑا سا بھی کوئی مسئلہ ہو جائے تو اس کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں لیکن اس روحانی وجود کی ہمیں کوئی فکر نہیں ہوتی جس کا تعلق ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ خاص اس ماہ مبارک میں ہمیں موقع ملتا ہے کہ اپنے روحانی وجود کا تعلق پھر سے اپنے رب کے ساتھ جوڑ لیں۔ اس کے لیے رمضان میں دو آتشی پروگرام ہے: دن بھر روزہ رکھنا اور رات کا ایک بڑا حصہ قرآن حکیم کے ساتھ بسر کرنا۔ بیس تراویح پڑھنا تو کم سے کم نصاب ہے جبکہ قیام اللیل کا اصل اطلاق ایک تہائی رات، نصف رات یا دو تہائی رات پر ہوتا ہے۔ اگر رات کا اتنا حصہ قرآن کے ساتھ بسر کریں گے تو کل قیامت کے دن قرآن ہماری شفاعت کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلصِّیَامُ وَالْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ ‘ یَقُوْلُ الصِّیَامُ : اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُہُ الطَّعَامَ وَالشَّھَوَاتِ بِالنَّھَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ ‘ وَیَقُوْلُ الْقُرْآنُ : مَنَعْتُہُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ‘ فَیُشَفَّعَانِ)) (رواہ احمد والبیھقی)

”روزہ اور قرآن (قیامت کے روز) بندے کے حق میں شفاعت کریں گے۔ روزہ عرض کرے گا: اے ربّ! میں نے اس شخص کو دن میں کھانے پینے اور خواہشات نفس سے روکے رکھا‘ تو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما! اور قرآن یہ کہے گا کہ اے پروردگار! میں نے اسے رات کے وقت سونے (اور آرام کرنے) سے روکے رکھا‘ لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما! چنانچہ (روزہ اور قرآن) دونوں کی شفاعت بندے کے حق میں قبول کی جائے گی (اور اس کے لیے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا)۔“

قرآن کے ساتھ رات بسر کرنے کے لیے ہم نے ایک اجتماعی نظام دورۂ ترجمہ قران کی شکل میں وضع کیا ہے، جو لوگوں کے نزدیک بڑا اچھا ہے اور بہت سے لوگ اس سے بڑی سہولت محسوس کرتے ہیں۔ ایک مہینے میں پورا قرآن ترجمے کے ساتھ آپ پڑھیں گے تو اس کی برکات لازماً ظاہر ہوں گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص رات کی تنہائی میں قرآن پڑھ رہا ہے‘ قرآن کا ترجمہ دیکھ رہا ہے اور قرآن پر غور و فکر کر رہا ہے‘ اللہ سے دعا کر رہا ہے کہ اے پروردگار اس قرآن کو میرا ہادی اور راہ نما بنا دے، تو یہ بھی بہت ہی اجر و ثواب اور بابرکت کام ہے۔ الغرض اگر اس ماہ مبارک میں دن کا صیام اور رات کا قیام ہو تو رمضان کا پروگرام مکمل ہوگا اور پھر رمضان کی برکات کا حصول ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے‘ آپ کو اور پوری امت مسلمہ کو مکمل آداب کی رعایت رکھتے ہوئے دن کے صیام اور رات کے قیام کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے دلوں میں تقویٰ اور خدا خوفی پیدا فرما دے، اور ہمیں سال کے بقیہ گیارہ مہینوں میں مساجد کو آباد کرنے والا اور حرام سے بچنے والا بنا دے۔ آمین یارب العالمین!

☆☆☆☆☆

پریس ریلیز 26 جون 2015ء

بی بی سی کے خلاف قانونی چارہ جوئی ایم کیو ایم کا حق ہے

اگر ایم کیو ایم قانونی چارہ جوئی نہیں کرتی تو گویا یہ الزامات کو تسلیم کرنے کے مترادف ہوگا

حافظ عاکف سعید

بی بی سی کے خلاف قانونی چارہ جوئی ایم کیو ایم کا حق ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ ایم کیو ایم کے ”را“ سے تعلقات کے حوالہ سے پہلے بھی ملک میں ہر سطح اور ہر پلیٹ فارم پر بات ہو رہی تھی لیکن بی بی سی کے یہ الزامات کہ ایم کیو ایم کو بھارت سے فنڈنگ ہوتی ہے اور ایم کیو ایم کے سینکڑوں کارکن گزشتہ دس سالوں میں بھارت میں فوجی ٹریننگ حاصل کر کے سندھ کے شہروں میں تخریب کاری کرتے ہیں، انتہائی سنگین ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ ایم کیو ایم نے بی بی سی کی اس ڈاکومنٹری کو جھوٹ کا پلندہ قرار دیا ہے اور اسے اپنا میڈیا ٹرائل قرار دیا ہے۔ تنظیم اسلامی کے امیر نے کہا کہ ایم کیو ایم کے لیے سنہری موقعہ ہے کہ وہ لندن کی عدالت میں بی بی سی کے خلاف ہرجانے کا دعویٰ کرے اور ثابت کرے کہ یہ سب جھوٹ ہے لیکن اگر ایم کیو ایم قانونی چارہ جوئی نہیں کرتی تو گویا یہ الزامات کو تسلیم کرنے کے مترادف ہوگا اور ایم کیو ایم ملزم سے مجرم بن جائے گی۔ اُنہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ حقائق تک رسائی حاصل کرنے کے لیے برطانیہ سے مسلسل رابطہ رکھے اور اگر ایم کیو ایم عدالت کا رخ نہیں کرتی تو حکومت خود برطانوی عدالت میں فریق کی حیثیت سے پیش ہو کر سچ اور جھوٹ کا کھوج لگائے۔ اُنہوں نے ایم کیو ایم پر پابندی لگانے کے مطالبے کی مخالفت کی ہے کیونکہ ماضی میں ایسی پابندیاں کوئی جوہری اور حقیقی تبدیلی نہ لاسکیں۔ اُنہوں نے کہا کہ ایک طرف تو جرائم پیشہ اور قانون شکن عناصر کی سختی سے سرکوبی ہونا چاہیے اور دوسری طرف محب وطن سیاسی جماعتیں ایم کیو ایم کا سیاسی سطح پر مقابلہ کریں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

دعاؤں میں اثر دے دے!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

انسانیت جاں بہ لب ہے۔ دنیا جس اشرف المخلوقات سے آباد کی گئی تھی وہ مخلوق خود اسفل السافلین (سب نیچوں سے نیچ) ہوچکی ہے۔ کالانعام بل ھم اضل (جانوروں کی طرح بلکہ ان سے بھی گئے گزرے) ہوگئے۔ کالحجارہ او اشدُّ قسوۃ (پتھروں کی طرح سخت دل بلکہ سختی میں ان سے بھی بڑھے ہوئے)۔ دنیا میں پیسہ پانی کی طرح بہہ رہا ہے۔ مگر کہاں؟ تشدد اور جنگوں میں 140 کھرب ڈالر کا خرچ اٹھ رہا ہے۔ جنگوں سے منسلک اخراجات پر جنگوں سے منسلک انسانوں کا قتلِ عام بھی ہے۔ خون کی بہتی ندیاں بھی اور دربدری و مہاجرت بھی۔ 6 کروڑ انسان جنگوں نے دربدر کر دیئے۔ 39 لاکھ شام سے نکل کر گردو پیش کے ممالک میں رُل گئے۔ 70 لاکھ اندرون ملک شہر در شہر مارے مارے پھر رہے ہیں۔ سمندروں میں بے سروسامان برمی مسلمان کے پاس تو پاؤں رکھنے کو زمین بھی نہیں۔ لیبیا بھی شام، عراق والے حالات سے دوچار ہے۔ اس کی خبروں میں ابھی وہ سرگرمی میڈیا نے نہیں دکھائی، تاہم وہاں سے بھی شہری سمندروں کا رخ کر رہے ہیں پناہ کی تلاش میں۔ فتنۂ دجال اپنی پوری خونخواری کے ساتھ دنیا پر مسلط ہے۔ مسلمان نشانے پر ہے۔ دنیا میں پیسہ جنگوں میں، عریانی فحاشی پھیلانے سے متعلق بچھائے گئے صنعتوں کے جال میں، میڈیا کے دجل و فریب میں جھونکا جا رہا ہے۔ انسانیت کی فلاح کا سامان دور دور کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ جنگوں ہی سے منسلک عقوبت خانوں، جیلوں، تھانوں کے علاوہ سکیورٹی اداروں کے نام پر ایک ایک ملک میں 20،20 ایجنسیاں کام کر رہی ہیں۔ گلوبل ولیج کے بدمعاش، عیاش چودھریوں کے تابع پوری دنیا میں بالعموم اور مسلم ممالک میں بالخصوص مافیا نما جتھے عوام پر چھوڑے گئے ہیں۔ کالے دھن کا راج ہے۔ پیسے کی اندھی ہوس اور جاہ طلب کم ظرف انسانوں نے زر، زن، زمین ہی کو زندگی کا مقصد، مبلغ علم اور اکبر ھم (سب سے بڑی چاہت اور غم) بنا دیا ہے۔ شاندار لباسوں، ٹائی سوٹوں، ستاروں کے پیچھے انہی تین کے پرستار اور کرپشن بھی انہی کے حوالے سے طرز زندگی بن چکی ہے۔ عورت اور بچے ان حالات میں بدترین تھپیڑوں کا شکار ہیں۔ عورت عزت، وقار، تقدس، احترام کھو چکی ہے۔ ترقی کی آڑ میں آزادیٔ نسواں کے پُر فریب نعروں کی گونج میں وہ جنسِ بازار بنا دی گئی ہے۔ آئی ٹی اور میڈیا اپنے جلو میں عورت کے استحصال کے نت نئے ہتھیار لے کر آیا ہے۔ مغرب میں الیکٹرانک دہشت گردی کا فتنہ دیکھیے۔

برطانیہ میں 48 فیصد لڑکیاں آن لائن دہشت گردی کا نشانہ بنتی ہیں۔ فحش ویڈیوز دیکھ دیکھ کر نوجوان، عورت کے حق میں متشدد اور جارحانہ رویے کے حامل ہو چکے ہیں۔ ملک میں ہمارے ہاں جو کچھ ہو رہا ہے، اندر ہی اندر بے شمار سکینڈلز کلبلاتے ہیں۔ اخلاقی بحران، معاشی کرپشن کے بحران، بحرانوں کے بھنور میں دھنسے پڑے ہیں۔ اس حمام میں سبھی ایک سے ہیں۔ لہٰذا للکاریں، پھنکاریں مسلسل چلتی رہتی ہیں۔ اس مرتبہ وزیراعظم نے یہ سبق سیکھ لیا ہے کہ انہیں یہ برائے نام سی حکومت جو ملی ہوئی ہے تو اسی تنخواہ پر سر جھکا کر پوری فدویت مارشل لائی قوتوں کو پیش کر کے چلتے رہو تو عافیت ہے۔ لہٰذا اس فدویت کا اظہار وہ اور چودھری نثار کرنے پر مامور ہیں! ایسے میں رمضان کا چاند اپنے ساتھ بہت سے وعدے لے کر تو آتا ہے۔ امن، ایمان، سلامتی اور اسلام چاند دیکھ کر مانگی جاتی ہے۔ پاکستان اور امت بحیثیت مجموعی ہمیشہ سے بڑھ کر محتاج ہے۔ ایمان، تقویٰ، رحمت اور مغفرت کا مہینہ، دوزخ سے رہائی کا مہینہ! لیکن کیا کیجئے کہ کچھ جتھوں نے اپنے پیٹ کا دوزخ...... ھل من مزید والا ...... بھرنے کی خاطر خود قوم کے لیے زندگی ہی کو دوزخ بنا رکھا ہے۔ رمضان ایک رسم براری کے لیے آتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ چھاجوں برستی رحمت کے حقیقی طلب گار اور امیدوار کتنے ہیں؟ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ: بے شک ایمان تم میں سے کسی شخص کے سینے میں اسی طرح بوسیدہ ہو جاتا ہے جس طرح (پرانا) کپڑا بوسیدہ ہو جاتا ہے۔ پس تم اللہ سے سوال کیا کرو کہ وہ تمہارے دلوں میں ایمان کی تجدید کر دے۔ (حاکم، طبرانی) ہمارا ایمان تو تار تار ہوا پڑا ہے۔ اسے تجدید کی ضرورت ہے۔ بشرطیکہ ہم جدت پسندیوں اور جدیدیت کے امراض سے نکل کر تجدید ایمان کی ضرورت محسوس کریں۔ یہ دنیا، ہم سب ہمیشہ سے بڑھ کر اسلام کی سکینت، عافیت، پاکیزگی کے حاجت مند ہیں۔ دنیا گناہوں کی مہیب دلدل بن چکی ہے۔ سوچیے یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں اللہ نے ایک مرتبہ پھر حضرت عیسیٰؑ کی واپسی کے 600 سال بعد اور حضرت موسیٰؑ کے وصال کے 1900 سال بعد اہلِ زمیں کو شرفِ ہمکلامی بخشا تھا۔ مالک الملک نے اپنی بلندیوں سے کائنات کے حقیر گوشے میں پڑے انسانوں کی رہنمائی کا فیصلہ کیا تھا۔ حق کی تلاش میں غار حرا میں بے قرار دن اور راتیں روزے اور عبادت میں گزارتے محمد ﷺ پر جبرائیل امینؑ قرآن لے کر نازل ہوئے۔ پڑھ، اپنے رب کے نام کے ساتھ! اس بے مثل، بے نظیر علم کا ظہور ہوا جس کے لیے انسان پیاسا تھا۔ کل بھی اور (ہماری نا اہلی کی وجہ سے) آج بھی۔ کیا دیوانگی ہے کہ علم کے غلغلے سے زمین، آسمان، سمندر تہ و بالا کرنے والے آج یہ نہیں جانتے کہ موت کیا ہے اور مابعد الموت کیا ہے! امریکی، یورپی سائنس دان، زندگی، اس کی حقیت، کہاں سے آتی ہے اور (موت پر) کہاں چلی جاتی ہے جاننے کے لیے سر پٹخ رہے ہیں۔ اس کے راز دان ہم ہیں! رمضان کی مبارک راتوں میں مالک کائنات اور اہل زمین کے درمیان رابطہ بہ صورتِ قرآن، وحی الٰہی قائم ہوا۔ ہماری اقدار، طرز زندگی، تصورات، پیمانے سب براہ راست کوثر و تسنیم سے دھلی تہذیب کی صورت اترے۔ روئے زمین کی پاکیزہ ترین ہستی کے ذریعے اجلے ستھرے گروہ صحابہؓ نے قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن کی بے مثل داستانیں رقم کیں۔ ایک ذی شان ریاست محمد ﷺ نے قائم کر کے دکھائی۔ زندگی کے ہر دائرے، ہر گوشے کو نیکی، پاکیزگی، امانت و دیانت، صداقت سے بھر دیا۔ 23 سال قرآن نازل ہوتا رہا۔ سوال زمین پر ہوتا تھا، جواب آسمان سے آتا

تھا۔۔۔۔یسئلونک...... وہ تم سے پوچھتے ہیں......کیا خرچ کریں؟ یتیموں بارے، چاند بارے، عورتوں بارے سوال! اور جواب اللہ دیتا ہے۔ قُل......اے نبی ﷺ کہہ دیجیے! نبی ﷺ پر وحی نازل ہوتی۔ صحابہؓ براہ راست تازہ تازہ اترتی وحی سن کر یاد کرتے! مقدس ترین سینوں میں یہ قرآن محفوظ ہو کر ہم تک پہنچا! تاہم جو بدنصیب تھا وہ کل بھی (اور آج بھی) برستی وحی کی رحمتِ الٰہی سے فیض یاب ہونے کی بجائے مٹی کا بنا ابوجہل، ابولہب...... متعفن کیچڑ بن گئے اور اپنے استاد (ابلیس) ہی کی طرح رد، مردود ہو گئے۔ آج بھی ماہ رمضان انسانیت کو دو مکمل حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ روزے رکھ کر، قرآن کو حرزِ جاں بنا کر اس سے ہدایت پانے کے حریص۔ جنت کے طلب گار اور خوف الٰہی سے لرزاں و ترساں۔ اور دوسرا وہ گروہ جو کافر کے ہمراہ (اپنے فسق کی بنا پر) جا کھڑا ہو۔ رمضان بھر جنت کے کھلے دروازوں کو چھوڑ کر جہنم کے بند دروازوں پر بیٹھے سر پٹختے، کھٹکھٹاتے رہیں۔ ہمیں 1400 سال پرانی تہذیب کے طعنے دینے والے......خود دنیائے کفر کی 2500 سال پرانی روم و یونان کی جاہل فرسودہ کفریہ تہذیب کی علمبرداری میں سامان فخر تلاش کریں۔ آدم علیہ السلام کی پدریت کا انکار کر کے خوخیاتے بندروں سے ناتا جوڑیں! اہل ایمان ماہ مبارک میں لہلہاتے شجر طیبہ کی مانند ہیں۔ جیسے درخت کا ہر پتا کلوروفل سے مالا مال آفتاب سے قوت نمو حاصل کر کے اسے شکر میں تبدیل کرتا اور پھلتے پھولتے درخت کے لیے ثمر بار ہونے کا سامان لاتا ہے۔ بندۂ مومن کا ہر رُواں ایمان لیے آفتاب ہدایت سے قوت حاصل کر کے اسے تقویٰ کی صورت سٹور کرنے کے لیے حریص ہے۔ اللہ اس ملک کو، امت کو وہ پاکیزہ نفوس عطا فرمائے جو ظلم و جبر، حرص و ہوس کے امڈتے سیلابوں کے آگے بند باندھ سکیں۔ باطل کے سر پر وہ فیصلہ کن ضرب لگا سکیں (سورۃ الانبیاء) جو اس کا بھیجا نکال دے! فتنۂ دجال کی سرکوبی...... آئمہ کفر و ضلالت سے نمٹنے کی قوت عطا فرما دے۔ آمین۔ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ یا اللہ:

عطا کر جان لفظوں کو دعاؤں میں اثر دے دے!

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

اعتکاف کی فضیلت و احکام

فرید اللہ مروت

تعریف

ماہِ صیام کے تیسرے عشرہ کی خصوصی عبادات میں اعتکاف بھی ایک اہم عبادت ہے۔ یہ مبارک عمل نبی اکرم ﷺ کی سنت مؤکدہ ہے۔ اعتکاف کا لفظ عکوف سے مشتق ہے جس کا لغوی معنیٰ کسی جگہ ٹھہر جانا، بند ہو جانا اور کسی چیز کو لازم پکڑنا کے ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں اعتکاف سے مراد تقربِ الٰہی کی نیت سے مسجد کو لازم پکڑنا اور اس میں اقامت گزیں ہونا ہے۔ اسلامی اصطلاح میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص تمام دنیاوی دھندوں اور مشاغل کو نظرانداز کرتے ہوئے خلوص نیت سے محض عبادات کے نظریہ سے ایک خاص مدت کے لیے مسجد میں اقامت گزیں ہو جائے۔

فضائل

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دے دی، پھر اس کے بعد آپؐ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کا معمول جاری رکھا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معتکف کے بارے میں ارشاد فرمایا: وہ گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کو ان تمام دوسرے اچھے کاموں کا جو وہ اعتکاف کی وجہ سے نہیں کر سکتا ایسے ہی بدلہ دیا جائے گا جیسا کہ نیکی کرنے والے کو دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

کتب حدیث میں آپؐ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ "جس شخص نے رمضان المبارک کے دس دن کا اعتکاف کیا اس کو دو حج اور دو عمرہ کا ثواب عطا کیا جائے گا۔" (الترغیب والترہیب 2،96، شعب الایمان 3،425)

اعتکاف کی شرائط

اعتکاف کے لیے درج ذیل شرائط کا وجود ضروری ہے:

(1) مسلمان ہونا، کافر کا اعتکاف نہیں۔

(2) عاقل ہونا، مجنون کا اعتکاف نہیں۔ بالغ ہونا شرط نہیں اس لیے نابالغ سمجھدار بچہ بھی اعتکاف بیٹھ سکتا ہے۔

(3) جنابت سے پاک ہونا، ناپاک شخص کا مسجد میں داخلہ ممنوع ہے۔

(4) اعتکاف کی نیت کرنا، بلانیت مسجد میں بیٹھنے سے اعتکاف نہ ہو گا۔

(5) جس جگہ اعتکاف بیٹھے وہ جگہ شرعی مسجد ہو اور جہاں نماز پنجگانہ باجماعت کا اہتمام ہو۔

مسجد کی حد

مسجد سے مراد خاص وہ حصہ زمین ہے جو نماز کے لیے تیار کیا گیا ہو، یعنی اندر کا کمرہ، برآمدہ اور صحن، باقی جو حصہ اس سے خارج ہو وہ مسجد کے حکم میں نہیں، خواہ ضروریات مسجد ہی کے لیے وقف ہو، جیسے امام کا حجرہ، مسجد سے ملحق مدرسہ، جنازہ گاہ، وضو خانہ، غسل خانہ، استنجاخانے، یہ تمام جگہیں مسجد سے خارج ہیں۔ اگر معتکف نے بلاضرورت ان میں قیام کیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

مسجد سے نکلنے کی حد

مسجد سے باہر نکلنے کا حکم تب لگے گا جب دونوں پاؤں مسجد سے باہر ہوں اور دیکھنے والے یہی سمجھیں کہ یہ مسجد سے باہر ہے، لہٰذا صرف سر باہر نکالنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔

مسجد کی چھت یا زینہ پر چڑھنا

مسجد کی چھت کا بھی وہی حکم ہے جو مسجد کا۔ اگر مسجد کئی منزلہ ہو تو اوپر نیچے کی تمام منزلوں کا ایک ہی حکم ہے، معتکف آ جا سکتا ہے۔

حدودِ مسجد سے لاپرواہی

اس مسئلہ میں بہت سے معتکف کوتاہی کا شکار ہو کر اعتکاف توڑ بیٹھتے ہیں، اس لیے معتکف کو چاہیے کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے متولی مسجد سے پوچھ کر مسجد کی حدود پوری طرح معلوم کر لے۔

اعتکاف ہر محلّہ میں سنت کفایہ ہے

رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف شہر کے ہر محلہ کے حق میں سنت علی الکفایہ ہے۔ یعنی ہر محلہ کی مسجد میں ایک آدمی اعتکاف میں بیٹھے ورنہ پورا محلہ گناہ گار رہو گا۔

اعتکاف کس مسجد میں افضل

اعتکاف کے لیے سب سے افضل جگہ مسجد الحرام ہے، اس کے بعد مسجد نبوی، پھر مسجد اقصیٰ (بیت المقدس)، پھر اپنے علاقے کی جامع مسجد جس میں نمازی زیادہ آتے ہوں۔

مسنون اعتکاف کس وقت سے شروع ہوتا ہے

مسنون اعتکاف میں بیٹھنے کے لیے ضروری ہے کہ 20 رمضان المبارک کو غروب آفتاب سے پہلے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے اور اعتکاف کی نیت بھی غروب سے پہلے کرلے، خواہ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے کرے یا داخل ہونے کے بعد کرے۔ اگر غروب کے بعد مسجد میں داخل ہوا، یا مسجد میں پہلے سے موجود تھا مگر نیت غروب کے بعد کی تو یہ اعتکاف مسنون نہ ہوگا، مستحب ہو جائے گا اس لیے کہ پورے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف نہ ہوا۔

عورت کا اعتکاف

عورت اگر اعتکاف کرنا چاہے تو وہ اپنے گھر کے کسی کمرہ کو اعتکاف کی جگہ بنا سکتی ہے۔ وہ کمرہ اس کے لیے مسجد کا حکم رکھے گا یعنی اس کمرے سے بلاضرورت باہر آنا مفسد اعتکاف ہوگا۔

حیض ونفاس مفسد اعتکاف ہے

اگر عورت اعتکاف میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اسے حیض ونفاس شروع ہو گیا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

طبعی ضرورت کے لیے معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا

طبعی ضرورت مثلاً پیشاب، پاخانہ، ازالہ نجاست، غسل جنابت اور واجب وضو کے لیے اعتکاف کی حالت میں مسجد سے باہر جانا درست ہے۔

معتکف کا نماز جمعہ کے لیے دوسری مسجد میں جانا

شرعی ضرورت مثلاً جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد سے باہر جانا جب کہ معتکف کی مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو، اعتکاف کے لیے مفسد نہیں ہے۔

اضطراری حالات میں مسجد سے باہر نکلنا

اضطرار یعنی مسجد میں آگ لگ جانے یا منہدم ہو جانے کی وجہ سے بھی مسجد سے باہر نکلنا مفسد اعتکاف نہیں ہے۔ ایسی صورت میں دوسری مسجد میں منتقل ہو جائے۔

بلاعذر مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا

بلاعذر مسجد سے باہر نکلنے، مجامعت کرنے اور جان بوجھ کر روزہ توڑ دینے، مرتد یا پاگل ہو جانے، مسلسل بیہوش رہ جانے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆

موسم بہار: نیکیوں کا یا تحائف کا؟

سمیعہ گل شمیم

''مما! یہ رمضان کب شروع ہوگا؟''

''ابھی تو کافی ٹائم ہے بیٹا! کیوں کیا ہوا؟''

''مما! جب رمضان شروع ہونے والا ہو تو ذرا پلیز اس چیز کا دھیان رکھیے گا کہ رمضان ٹرانسمیشن کی رجسٹریشن کب سے شروع ہوگی۔''

''کیوں! تم نے کیا کرنا ہے؟''

''مما! اس دفعہ میں پہلے سے ہی رجسٹریشن کرالوں گا۔ بعد میں ٹیلی فون لائنز اتنی بزی ہو جاتی ہیں کہ فون ملتا ہی نہیں۔''

''بیٹا جان! آپ کو اس کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟''

''واہ مما! آپ بھی کیا بات کرتی ہیں۔ اتنی ساری سیلیبر ٹیس کو لائیو دیکھوں گا۔ آپ کے لیے پاکستان کے مشہور برانڈ کے کپڑے، جیولری، موبائل فونز، اپنے لیے بائیک اور بہت سے گفٹ ہیمپر زلاؤں گا۔ یہ نیکیوں کا موسم بہار ہمارے لیے تو تحائف کا موسم بہار بھی ہوگا۔ دیکھیے گا آپ بس ایک دفعہ موقع مل جائے وہاں جانے کا۔''

مسز طارق اس نئی نوجوان نسل کی رمضان آمد کے استقبال کی سوچ دیکھ کر پریشان ہو رہی تھیں۔ کیا یہی وہ رمضان ہے جو مؤمنوں کے لیے نیکیوں کا موسم بہار ہوا کرتا تھا؟ ہاں! رمضان تو وہی ہے مگر شاید مسلمانوں کے دل وہ نہیں رہے جو رمضان کی آمد کا سن کر سرشار ہو جایا کرتے تھے۔ اب یہ دل دنیاوی حرص وہوس میں ''دل مانگے اور'' کی صدا لگاتے ہوئے اک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی تگ ودو میں لگے ہوئے ہیں۔

روزہ دار کو اس کا اجر تو اللہ تعالیٰ خود اپنی شان کے مطابق دیتے ہیں مگر افسوس! کمزور ایمان والے روزہ دار اس آخرت کے اجر کو چھوڑ کر اپنا ''اجر'' لینے ان جھوٹی شان وشوکت والے پروگرامز میں جاتے ہیں اور اپنا دن برباد کرتے ہیں۔ رمضان کی رونق ومسرت تلاوت قرآن اور تراویح کے بجائے سحری وافطار کی ٹرانسمیشن میں تلاش کی جاتی ہے۔ تہجد کے وہ انمول لمحات جب اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہو کر پکارتے ہیں: ''ہے کوئی مانگنے والا، جسے میں عطا کروں'' تو اس وقت ہم اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہنے کے بجائے ان لوگوں کی پکار پر لبیک کہہ رہے ہوتے ہیں جو عوام الناس میں حرص وہوس عام کرنے میں لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس کا ایک ایک پل اپنے عاشقوں پر اجر وثواب اور انعامات کی برسات کر رہا ہوتا ہے۔ یہ مہینہ اجر وثواب لوٹنے اور گناہ بخشوانے کا ایسا نادر موقع فراہم کرتا ہے جس کی کوئی نظیر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کرم کی کیا کوئی حد ہے کہ روزہ دار کا بھوکا رہنا عبادت، سحری کرنا عبادت، افطار عبادت، نوافل کا ثواب فرائض کے برابر، فرض کا اجر کئی گنا بڑھا دینا۔ اور تو اور روزہ دار کا سونا عبادت، بھوکا رہنے کی وجہ سے منہ میں پیدا ہونے والی بدبو مشک وعنبر سے بہتر۔ مگر ہم نادان اس رحمت کی برسات سے بچ کر خود کو اپنے ہاتھوں سے دنیاوی لذتوں کی دلدل میں پھنسا رہے ہیں۔ (قرآن پاک اس حوالہ سے جو ہدایت دیتا ہے اُس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر شخص کسی نہ کسی چیز کی طرف دوڑ رہا ہے، سوتم نیکیوں کی طرف دوڑو)۔ ہم نادان بجائے نیکیوں کی طرف دوڑ لگانے کے ''ریٹنگ'' کی دوڑ میں خود کو صف اول میں رکھنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، اور پھر چاہے اس دوڑ میں ہم جھوٹ بولیں یا کسی کو تضحیک کا نشانہ بنائیں، ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ جب کہ نبی آخر الزماں سرور کائنات ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے سے کوئی غرض نہیں۔''

الحمد للہ! ہم مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں رمضان جیسی نعمت عطا کی ہے۔ ہمیں یہ موقع ایک بار پھر دیا ہے کہ ہم اپنے تمام پچھلے گناہوں پر شرمندہ ہو کر آئندہ کے لیے توبہ کریں۔ آخرت کا انعام چاہیے تو ہمیں سمجھ داری، ہوش مندی اور ایمان داری سے کام لینا ہوگا کہ یہی چند عناصر شاید روز آخرت ہمارا بیڑا پار کروانے میں کارآمد اور مفید ثابت ہوں۔

رمضان المبارک اور ہمارا معاشرہ

مولانا جمیل الرحمٰن فاروقی

ماہ مبارک کی آمد کے ساتھ ہی اہل ایمان کے جذبہ عبادت واطاعت سے لبریز قلوب رحمت خداوندی کی برسات سے لطف اندوز ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ حفاظ کرام اگر قرآن کریم کی گردان میں مشغول ہیں تو قرآن سننے کا شوق رکھنے والے حافظوں کی تلاش میں سرگرداں نظر آرہے ہیں اور بہت سے مالدار نعمت خداوندی کے قدرداں اپنی زکوۃ کے حساب کتاب میں مشغول ہیں تاکہ ماہ مبارک شروع ہوتے ہی اپنے فریضہ سے سبکدوش ہوں اور ستر گنا ثواب حاصل کریں۔ ہر سطح پر ماہ مبارک کے استقبال کا شعور معاشرہ میں وقت کی رفتار کے ساتھ بڑھتا جا رہا ہے۔ اطاعت وفرمانبرداری کے مناظر کے ساتھ بعض پہلو ایسے بھی ہیں جو قابل توجہ ہیں۔ یہ ایسے پہلو ہیں جو ہمارے معاشرے میں احترام رمضان کے منافی ہیں۔

افطار پارٹیاں

شامیانے، سجاوٹ، میز، کرسیاں اور چکا چوند روشنی دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی ''بڑی شادی'' ہونے والی ہے۔ پوچھنے پر پتہ چلتا ہے کہ یہ شادی نہیں ہے بلکہ ''افطار پارٹی'' کا اہتمام ہے۔ یہ پارٹیاں نئے زمانہ کے رمضان المبارک کا فیشن، سیاست اور چاپلوسی کا پلیٹ فارم بن گئی ہیں۔ نام ونمود اور سستی شہرت کے لیے بھی اس عنوان کا سہارا لیا جانے لگا ہے۔ ان پارٹیوں میں غریبوں اور دینداروں کے بجائے عموماً ایسے لوگ مدعو ہوتے ہیں جو ماہ مبارک کے مقصد اور روح سے نا آشنا ہیں۔ ان تقریبات کی نحوست سے بہت سی جگہ شرکاء مغرب کی نماز تک سے محروم ہو جاتے ہیں اور تراویح بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان تقریبات کی تصویر کشی اور ویڈیو گرافی کر کے روزہ کا ثواب برسرعام غارت کیا جاتا ہے، اور کہیں کہیں تو پارٹیوں میں مردوں اور عورتوں کا بے محابا اختلاط شرم وحیا کی چادر کو تار تار کر دیتا ہے۔

درحقیقت اس طرح کی اجتماعی افطار پارٹیاں ماہ مبارک کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ بنتی جا رہی ہیں اور ہمیں رمضان المبارک کی اس بے ادبی کا قطعاً احساس نہیں ہے۔ ذرا غور کریں، کیا ان منکرات ومعاصی کے ارتکاب کے ہوتے ہوئے افطار کی یہ رسم ہمارے لیے باعث اجر وثواب بن سکتی ہے؟ آج ضرورت ہے ان مسرفانہ تقریبات پر پابندی لگانے اور بڑھتی ہوئی نام ونمود کی وبا پر قدغن لگانے کی تاکہ صحیح معنی میں ہم رمضان المبارک کی برکتوں سے مالا مال ہو سکیں۔

تراویح

ماہ مبارک کے اعزاز میں شہروں اور دیہاتوں کی فضا گولوں اور سائرنوں کی آوازوں سے معمور ہے۔ مسجدوں، مکانوں اور کارخانوں میں تراویح کی تیاریاں زور شور سے جاری ہیں۔ کہیں اطمینان سے ایک ایک پارہ پڑھا جائے گا۔ بہت سی جگہوں پر تین تین پاروں کی گردان ہوگی۔ یہاں الفاظ کی سرعت دیکھ کر آبشاروں کی روانی بھی شرمائے گی۔ ان جگہوں پر سینکڑوں نہیں ہزاروں کا مجمع ہو گا۔ کسی کو اس ''تیز گام'' تراویح کو دیکھ کر یہ احساس تک نہ ہو گا کہ اس نے اپنے سب سے بڑے محسن ''قرآن کریم'' کے ساتھ کیسا ناروا سلوک کیا ہے۔ دوسروں کو چھوڑیئے، خود حافظ بھی اپنی تیزی پر فخر کرتا دکھائی دے گا اور اس کے دل میں قطعاً یہ بات نہ گزرے گی کہ اس نے الفاظ قرآنی کا گلا گھونٹ کر کتنی بڑی زیادتی کی ہے اور قرآن کو اپنے سے ناراض کر کے کتنی بڑی محرومی مول لی ہے؟

قرآن کریم کو زیادہ سے زیادہ پڑھنا اور سننا، سنانا یقیناً باعث اجر عظیم ہے لیکن اس طرح کہ اس کا حق ادا کر کے پڑھا جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نصیحت فرماتے ہیں: اس قرآن کریم کو شعر کی طرح جلدی جلدی نہ پڑھو اور سوکھی ہوئی کھجوروں کی طرح اسے مت گراؤ بلکہ اس کے عجائب پر توقف کرو اور اس سے دلوں کو جھنجھوڑو اور تم میں سے کسی کا یہ ارادہ نہ ہو کہ (بہرحال) سورہ ختم کرنی ہے۔ (زادالمعاد1: 240)

موجودہ زمانہ کے ''سپر فاسٹ'' حفاظ کو خدا سے ڈرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ وہ اپنی عظیم نعمت کو کس طرح پامال کر رہے ہیں! کاش ہمیں قرآن کی عظمت کا احساس ہوتا۔ کاش ہمارے دلوں میں قرآن سننے اور سنانے کی خواہش انگڑائیاں لیتی اور ہم قرآن سننے اور سنانے کا واقعی حق ادا کرنے والے بن جاتے۔

راتوں کی بے قدری

رمضان المبارک کی رحمتیں ٹوٹ کر بندگان خدا پر برس رہی ہیں۔ فرشتے صدا لگا رہے ہیں ''اے بھلائی کے طالب آگے بڑھ اور اے برائی کا ارادہ کرنے والے اپنے ارادے سے باز آ۔'' (مشکوٰۃ 173) اللہ رب العالمین اپنے بندوں کا شوق عبادت دیکھ کر فرشتوں سے فخر فرما رہے ہیں۔ (الترغیب والترہیب 2: 60)

گویا شفقت ورحمت کا دریا جوش مار رہا ہے۔ ایسے میں کوئی خوش نصیب اپنے بستر کو چھوڑ کر رحمت کے حصول کی امید میں بارگاہ ایزدی میں دست بستہ کھڑے ہو کر راز و نیاز میں مشغول ہونا چاہتا ہے۔ مگر یہ کیا؟ وہ پڑھنا چاہتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا۔ وہ آگے بڑھتا ہے تو نسیان وذہول کا غلبہ اس کے قلبی اطمینان وسکون کے تار و پود بکھیر دیتا ہے۔ اس لیے کہ قوالیوں اور گانوں کی آواز سے فضا پُر شور ہے۔ رمضان المبارک کی متبرک راتوں میں شیطان نے ہمیں ان خرافات میں مبتلا کر کے اللہ کی رحمت سے دور کر دیا ہے۔

دنوں کی بے حرمتی

یہ ایک خالص مسلم آبادی کا محلہ ہے۔ لوگوں کی چہل پہل قابل دید ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہاں رمضان المبارک کے مبارک زمانہ میں کھانے پینے کی دکانوں پر دن میں ''ہو'' کا عالم ہوتا۔ ہوٹلوں اور دکانوں کے تالے بانگ دہل مسلم معاشرہ کی اسلامیت کا ثبوت فراہم کرتے۔ مگر افسوس! یہاں سے دن میں بھی پلیٹوں اور پیالیوں کی کھنکناہٹ کا شور سنائی دیتا ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ رمضان المبارک سے پہلے کوئی پردہ نہیں تھا اور اب لوگوں کو بے وقوف بنانے یا روزہ خوروں کو مکمل پناہ دینے کی غرض سے ہوٹل کے دروازے پر میلا سا پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ رمضان المبارک کی عظمت

سے کھلواڑ کرنے والوں سے اہانت دین کی شکایت کرتا ہے تو یہ ''ہوٹل کے مسلمان مالک'' الٹا اسے ہی خطاوار ٹھہراتے ہیں کہ یہ شخص ہماری روزی پر لات مارنا چاہتا ہے۔ انہیں اللہ کی ناراضگی کی فکر نہیں رہتی بلکہ صرف اپنی کمائی اور ذاتی مفاد پیش نظر رہتا ہے۔

سنت کا مذاق

یہ ایک حجام کی دکان ہے۔ صبح ہی سے دکان پر شیو بنوانے والوں کی بھیڑ ہے۔ حجامت کرنے والا بھی حیران ہے کہ آج بیک وقت اتنے سارے شیو بڑھے ہوئے لوگوں نے کیوں اچانک میری دکان پر ہلہ بول دیا ہے! پتہ چلا کہ یہ بھیڑ ان بدنصیبوں کی ہے (جن میں کچھ حفاظ بھی شامل ہوتے ہیں) جو سال بھر داڑھی جیسی عظیم سنت سے محروم رہتے ہیں اور رمضان شروع ہوتے ہی مسلمانی چہرے کی آبیاری شروع کر دیتے ہیں مگر 29 ویں شب گزارنے کے بعد یہ دوبارہ دھوکے اور فریب کی دنیا میں لوٹنے کی تیاری میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ان کی اس جسارت کو دیکھ کر سچے صاحب ایمان کا کلیجہ منہ کو آ رہا ہے۔ کیا اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ اس بے ہودہ مذاق سے ہم نے بچنے کا کوئی راستہ نکالا ہے؟

اعتکاف سے بے رغبتی

وطن عزیز میں بعض علاقے ایسے بھی ہیں جہاں رات کے وقت مسجد میں جائیں تو عموماً مسجدیں خالی نظر آئیں گی اور اگر کوئی دکھائی بھی دے گا تو ایسا بوڑھا شخص جو اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا ہو۔ ایسا کیوں؟ مشاہدے میں یہ بات ضرور آئی ہے کہ ملک بھر کے زیادہ تر علاقوں میں بیشتر مساجد نوجوان معتکفین سے بھی بھری پڑی ہوتی ہیں مگر ایک چیز کی کمی محسوس ہوتی ہے کہ ان نوجوانوں میں بھی زیادہ تر متوسط طبقے کے لوگوں کی تعداد آٹے میں نمک برابر محسوس ہوتی ہے۔

اعتکاف کا ہمارے محبوب سرور کائنات فخر دو عالم ﷺ نے حکم ملنے کے بعد کبھی ناغہ نہیں فرمایا اور اس کے متعلق کتب حدیث میں آپ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ ''جس شخص نے رمضان المبارک کے دس دن کا اعتکاف کیا اس کو دو حج اور دو عمرہ کا ثواب عطا کیا جائے گا'' (الترغیب والترہیب 2،96، شعب الایمان 3،425)

کتنی ہی مسجدیں اور بستیاں اس اہم سنت سے محروم رہتی ہیں اور پورا علاقہ سنت کفایہ چھوڑنے کا گناہ اپنے سر لیتا ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں اس عظیم عبادت کی انجام دہی کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین!

ختم قرآن

مسجد دلہن بن رہی ہے۔ اوپر سے نیچے تک لائٹوں اور رنگ برنگے قمقموں سے فضا پُرنور ہے۔ آج یہاں ختم قرآن ہوگا۔ روزانہ تراویح میں زیادہ سے زیادہ ایک صف ہوتی تھی مگر آج اذان کے وقت ہی سے مسجد باوجود وسعت دامانی کے تنگ ہوگئی ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ تراویح کے بعد آج مٹھائی کی تقسیم کا بھی پلان ہے جس کے لیے کئی دنوں سے چندہ کی تحریک چل رہی تھی۔ اللہ اللہ کر کے حافظ صاحب نے وتر کا سلام پھیرا۔ دعائیں مانگی گئیں۔ مٹھائیاں تقسیم ہوئی۔ ادھر حافظ صاحب کو پھولوں سے لاد دیا گیا اور ساتھ میں طے شدہ یا بغیر طے شدہ قرآن سنانے کا معاوضہ بنام ''نذرانہ'' پیش کیا گیا۔ حافظ صاحب کی دلی مراد پوری ہوئی تو دینے والوں نے بھی شکر کا سانس لیا کہ چندہ کی محنت ٹھکانے لگ گئی۔ مگر دینے والوں اور لینے والے کسی کو یہ خیال بھی نہ گزرا کہ قرآن جیسی عبادت پر یہ لین دین کیسا؟ کسی کو توفیق نہ ہوئی کہ اس بارے میں حکم شریعت سے باخبر ہوتا کہ یہ لینا دینا جائز بھی ہے یا نہیں؟

ہمارا اخلاقی معیار اس حد تک گر چکا ہے کہ ہم نے قرآن کریم سنانے تک کو ذریعہ معاش بنا لیا ہے۔ قسم بخدا! آج مزدوری کر کے حلال روزی کمانا قرآن کریم کو کمائی کا وسیلہ بنانے کے مقابلے میں لاکھ درجہ بہتر ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو شخص قرآن کریم کو اس لیے پڑھے تاکہ اس کے ذریعہ سے لوگوں سے روزی اور کھانے پینے کی چیزیں حاصل کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے چہرہ پر صرف ہڈی ہی ہڈی ہوگی، گوشت موجود نہ ہوگا'' (مشکوٰۃ شریف، 1،193)

ذرا غور فرمائیں اللہ کی نظر میں یہ کتنا بھیانک جرم ہے جس میں ہم مبتلا ہیں اور اس رواج کو ختم کرنے کے لیے ہم اپنی شرعی ذمہ داری کہاں تک نبھا رہے ہیں؟

بازاروں کی گہما گہمی

دکان کی چمک دمک قابل دید ہے، خاص کر جوتے اور کپڑے کی دکانیں خریداروں سے بھری ہوئی ہیں۔ ہر طرف ''صنف نازک'' کی حکمرانی ہے۔ کوئی حیادار مرد اپنے دامن حیا کو ٹھیس پہنچائے بغیر اس مجمع سے گزرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ جوں جوں رمضان المبارک کی مبارک ساعتیں قیمتی ہوتی جائیں گی اور عید مبارک کا فاصلہ کم ہوتا جائے گا، بازاروں کی رونق بھی بڑھتی جائے گی۔ دکاندار پوری پوری رات دکان پر جاگ کر گزار دیں گے۔ وہ عورتیں جنہیں پورے رمضان المبارک ایک جگہ بیٹھ کر ایک دو پارہ قرآن پڑھنے کی توفیق نہ ہوسکی وہ آج کل رات دن بے پردہ دکانوں پر شاپنگ کرتی ہوئی دکھائی دیں گی۔ ان راتوں میں تراویح پڑھنے اور قرآن سننے کا تو گویا تصور ہی نہیں۔

افسوس! جو زمانہ سب سے زیادہ برکت کا تھا اور جو متبرک ساعتیں سارے رمضان المبارک کا خلاصہ اور کریم کی حیثیت رکھتی تھیں، انہیں ہم اپنے ہی ہاتھوں گنوانے کے عادی بن گئے ہیں۔ ہمارے دلوں سے آخرت کی فکر نکل چکی ہے اور دنیا کی زیب و زینت نے ہماری آنکھیں خیرہ کردی ہیں۔ انہی سب خرافات کی بدولت ہم شب قدر جیسی عظیم الشان رات کی کما حقہ، عبادت سے بھی محروم رہ جاتے ہیں اور اس مبارک رات میں بھی معاصی و منکرات میں مبتلا رہ کر غافلین میں اپنا شمار کروا لیتے ہیں۔ ہمارے دن ٹیلی ویژن دیکھتے ہوئے، جھوٹ بولتے ہوئے، غیبت کرتے ہوئے اور راتیں خوش گپیاں کرتے ہوئے گزرتی ہیں۔ البتہ قابل صد مبارک باد ہیں وہ لوگ جو اس ماہ مبارک میں صیام و قیام صرف اور صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں اور لہو و لہب سے خود کو بچاتے ہیں۔

آیئے، ہم سب مسلمان عہد کریں کہ رمضان المبارک کی جو نعمت ہمیں اللہ نے عطا کی ہے ہم اس کی پوری طرح قدر کریں اور ان تمام خرابیوں سے خود بچیں، دوسروں کو بھی بچائیں جو آج رمضان المبارک کے پُرنور زمانہ میں رائج ہوگئی ہیں۔

☆☆☆☆☆

روزہ اور رمضان المبارک کی عظمت اور فضیلت سے آگاہی
اور عظمتِ انسان سے واقفیت کے لیے
بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ
کے دو کتابچے ----- خود پڑھیے اور احباب کو تحفتاً پیش کیجیے:
① عظمتِ صوم
قیمت: -/25روپے
حدیث قدسی فَاِنَّهُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ کی روشنی میں
② عظمتِ صیام وقیامِ رمضان مبارک
قیمت: -/25روپے

بھارت کے جارحانہ عزائم

17 جون 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

مہمانانِ گرامی: بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ (دفاعی تجزیہ نگار، تنظیم اسلامی)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

سوال: بنگلہ دیش بنانے میں بھارتی فوجیوں کا خون شامل ہے۔ نریندر مودی کے اعتراف جرم پر مبنی اس بیان کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: پاکستان کی تاریخ میں 71-1970ء کے واقعات بڑے پُرسوز ہیں۔ یہ ہماری تاریخ کا بڑا عبرت ناک زمانہ تھا۔ اس زمانے کے الیکشن کو بڑے منصفانہ الیکشن کہا جاتا ہے۔ اس سے پہلے مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں پیریٹی کے اُصول کو ختم کر دیا گیا تھا۔ اس الیکشن کے نتیجے میں مشرقی پاکستان کو پارلیمنٹ میں واضح اکثریت حاصل ہوئی۔ اگر جمہوریت کے اُصول کے مطابق فیصلے کیے جاتے تو وہ روح فرسا واقعات رونما نہ ہوتے۔ بنگلہ دیش بنانے میں بھارت کا کردار کوئی سیکرٹ نہیں ہے، لیکن اس سے زیادہ ہمارے اپنوں کی کمزوریاں اور ہمارے اندرونی حالات اس کے ذمہ دار تھے۔ نریندر مودی کے بیان میں کوئی نئی بات نہیں، البتہ ایک راز ضرور فاش کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ وہ بھی اس میں ذاتی طور پر ملوث تھے۔ دراصل ہماری اپنی کارکردگی، ہمارے مقتدر طبقات اور سیاسی لیڈرز کی کارکردگی کوئی مثالی نہیں تھی۔ یہ تاریخ کا حصہ ہے اور سب لوگوں کو معلوم ہے کہ کس کس نے کیا رول ادا کیا، اور اس موقع سے ہمارے ازلی دشمن بھارت نے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ اس نے مکتی باہنی کی شکل میں اپنی فوجیں، اپنے سیکرٹ ایجنٹس بھیجے اور انہوں نے باقاعدہ پاکستانی فوج سے لڑائی کی۔ نریندر مودی نے کہا ہے کہ اپنی جوانی کے دور میں چونکہ وہ آر ایس ایس کا حصہ تھے، اس لیے بنفس نفیس خود اس ''کارِ خیر'' میں حصہ لیا۔ ان کی مسلمان دشمنی اور پاکستان دشمنی کوئی راز نہیں ہے۔ ان کا ہر بیان زہر گھولا رہا ہوتا ہے۔ ہمیں ماضی سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ اپنے دشمن کو دشمن سمجھنا چاہیے اور اپنی صفوں میں ایک ایسی ہم آہنگی پیدا کرنی چاہیے کہ وہ حالات دوبارہ رونما نہ ہوں۔

سوال: نریندر مودی کے اعترافی بیان پر کیا ہمارے حکمرانوں، عسکری قیادت اور میڈیا کا رسپانس عوامی امنگوں کے مطابق تھا؟

ایوب بیگ مرزا: بنگلہ دیش بنانے کے حوالے سے بھارت کے رول کے بارے میں بریگیڈیئر صاحب نے بالکل درست فرمایا ہے، میں اس میں صرف ایک جملے کا اضافہ کروں گا۔ وہ یہ کہ پہلے بھارت ملزم تھا، اب مجرم ہے۔ یعنی کوئی کہہ سکتا تھا کہ یہ پاکستان کے الزامات ہیں، بھارت نے ایسا نہیں کیا لیکن جب کوئی فریق اعتراف جرم کرلے تو انصاف کرنا بڑا آسان ہو جاتا ہے۔

مرتب: محمد خلیق

مودی کے بیان پر آغاز میں ہماری سول حکومت کی طرف سے تو صحیح معنوں میں کوئی ردِعمل آیا ہی نہیں تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری عسکری قیادت کو اوور ایکٹ کرنا پڑا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو سول حکومت نے جو کمی رکھی تھی وہ پوری نہ ہو سکتی۔ اس خلا کو پُر کرنے کی ضرورت تھی جو ہماری سیاسی حکومت نے چھوڑا تھا۔ لہٰذا کور کمانڈرز کی میٹنگ کے بعد آرمی چیف کی طرف سے ایک زبردست ردِعمل آیا۔ انہوں نے صاف صاف کہا کہ اگر بھارت نے کسی قسم کی مہم جوئی کی تو پاکستان اس کا دندان شکن جواب دے گا۔ اگر حکومت صحیح طور پر ری ایکٹ کرتی تو پھر آرمی چیف کا اتنا زیادہ ری ایکٹ کرنا نہیں بنتا تھا۔ آرمی چیف کے بیان کے بعد عوامی ردِعمل بھی بہتر ہوا۔

سوال: میڈیا کا رسپانس کیسا تھا؟

ایوب بیگ مرزا: میڈیا کا رسپانس بھی بحیثیت مجموعی کوئی کمتر نہیں تھا۔ اس نے بھی اپنا وہ رول ادا کیا جو اسے کرنا چاہیے تھا۔ جس انداز میں ہم پر نظریاتی حملہ ہوا تھا، اگر اسی انداز میں جواب نہ دیا جاتا تو عوام کا مورال بہت ڈاؤن ہو جاتا کہ شاید ہم انڈیا کے سامنے کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہیں۔ میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ 1998ء میں جب بھارت نے ایٹمی دھماکے کیے تھے تو بھارت کا رویہ ایسا تھا جیسے وہ کل ہی پاکستان سے نمٹنے والا ہے۔ اُس وقت ہمارے عوام بھی کافی دبک گئے تھے۔ لیکن پھر جب 28 مئی کو پاکستان نے 5 دھماکوں کے مقابلے میں 6 دھماکے کیے تو عوام کا مورال تیزی سے بڑھا اور اس سطح پر آیا جہاں آنا چاہیے تھا۔ دشمن کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر میں سخت زبان استعمال کروں گا تو مجھے زبان کی سختی سے جواب آئے گا اور اگر میں عملی طور پر سرحدوں کی خلاف ورزی کروں گا تو پھر دوسری طرف سے بھی پورا پورا جواب دیا جائے گا۔

سوال: اتنے متنازع بیانات کے بعد نریندر مودی کا نواز شریف کو فون آتا ہے۔ اس پر آپ کیا کہیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: جتنی تشویش مجھے ان کے محبت بھرے فون پر ہوئی اتنی ان کے خطرناک بیانات پر نہیں ہوئی۔ ہندو کی ایک خاص ذہنیت ہے۔ اس کا طریقہ واردات یہ ہے کہ وہ دشمن پر حملہ کرتا ہے۔ اگر دشمن پسپائی اختیار کرے تو وہ اور چڑھائی کرتا ہے لیکن اگر دشمن کی طرف سے دندان شکن جواب آئے تو وہ فوراً جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا ہے اور میٹھا بن جاتا ہے۔ یہ جو مودی صاحب اب میٹھے پڑے ہیں، مجھے ان کے میٹھے پن سے زیادہ خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ ادھر ہمارے وزیراعظم بھی بھارت کے حوالے سے اتنا زیادہ نرم گوشہ رکھتے ہیں کہ مجھے خطرہ ہے کہ وہ اس میٹھے میں بہہ نہ جائیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ جس روز مودی کا

> **1971ء کے واقعات پر مودی کے اعترافی بیان نے بھارت کو ملزم سے مجرم بنا دیا ہے**

فون آیا اسی روز جان کیری کا بھی فون آیا۔ جان کیری بھی اُوپر سے کچھ ہے، اندر سے کچھ ہے۔ ہمارے ملک میں وہ پرو پاکستان کے طور پر مشہور ہے، لیکن جتنا بڑا دشمن پاکستان کا وہ ہے شاید ہی کوئی ہو۔ لہٰذا ان دونوں کا ایک ہی دن فون آنا میرے لیے ان تمام بھارتی بیانات اور دھمکیوں سے

زیادہ تشویش کا باعث ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: رسپانس کے حوالے سے خاص طور پر غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ ہمارے ملک کے فارن افیئرز پر عوام، سیاست دانوں اور اداروں کو ایک پلیٹ فارم پر ہونا چاہیے، جس کی ہمارے ہاں موجودہ

> **ہندو کی شیریں کلامی اس کے کڑوے پن سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے!**

حالات میں بڑی کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ تمام سیاست دان ہم آواز ہو کر ایسے بیانات کا جواب دیں جس سے دشمن کو پیغام پہنچے، وہ چیز سامنے نہیں آتی۔ میڈیا میں لوگ اپنی مرضی کی باتیں کر رہے ہیں۔ ہمارے عسکری اداروں کی طرف سے بڑا سخت بیان آ گیا، لیکن اس کے مقابلے میں ہماری وزارت خارجہ کا کوئی رول نظر نہیں آتا۔ ہمارا تو وزیر خارجہ ہی نہیں ہے۔

سوال: جناب ایاز امیر نے ان بیانات کے بعد ایک کالم لکھا ہے ''اے ارض وطن تو دانائی کب سیکھے گی!'' ان کا کہنا ہے کہ نریندر مودی کے بیان پر ہمیں کوئی ردعمل نہیں دینا چاہیے تھا، زیادہ سے زیادہ دفتر خارجہ کی طرف سے کوئی سٹیٹمنٹ چلی جاتی۔ اگر انڈیا نے دھماکے کیے تھے تو ہمیں جواب میں ایٹمی دھماکے نہیں کرنے چاہئیں تھے، اس طرح ہمیں اخلاقی برتری حاصل ہوتی۔ اس قبیل کے لوگ کشمیر کے مسئلے کو بھول کر اور تجارت کو آگے لا کر انڈیا سے تعلقات کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ اس پر آپ کیا کہیں گے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: مجھے آپ کی بات سن کر ان کی دانشوری پر شبہ ہو رہا ہے، کہ وہ ہمیں یہ سبق پڑھانا چاہتے ہیں کہ جیسے حضرت مسیح علیہ السلام کا قول ہے کہ کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو تم اپنی اخلاقی برتری ثابت کرنے کے لیے اپنا دوسرا گال آگے کر دو۔ اس سے پہلے بھی ہمارے ایسے ہی دو دانشور اپنی اخلاقی برتری ثابت کرنے کے لیے بنگلہ دیش سے ان کے Highest ایوارڈ بھی وصول کر کے آ چکے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ موجودہ صورت حال میں اپنی اخلاقی برتری ثابت کرنے کا کوئی فائدہ کسی کو ہو سکتا ہے۔ اخلاقی برتری ضرور ثابت کی جانی چاہیے، اور کسی برائی کا جواب بھلائی سے بھی دیا جا سکتا ہے لیکن ہر چیز کا ایک موقع ہوتا ہے۔ آپ کسی قاتل کو معاف بھی کر سکتے ہیں لیکن اسی قاتل کے لیے قصاص کا قانون بھی موجود ہے۔ یہ دیکھا جائے گا کہ اگر کوئی قتل کسی غلطی یا خطا کی وجہ سے ہو گیا تو آپ معاف کر سکتے ہیں، لیکن اگر کوئی عادی مجرم ہے تو پھر اس سے قصاص بھی لیا جائے گا۔ جب ایک ملک کا سربراہ کھلے عام اعتراف جرم کر رہا ہے کہ ایک sovereign سٹیٹ کے اندر جا کر اس ملک کی سالمیت کے خلاف ایکشن کیا گیا ہے، تو اس پر کوئی انٹرنیشنل دفعہ لاگو ہونی چاہیے۔ اس کے خلاف کوئی ایکشن ہونا چاہیے، چہ جائیکہ ہم یہاں پر محبت کے گیت گانا شروع کر دیں اور یہ کہیں کہ ہم نے اس بات کا نوٹس ہی نہیں لیا۔ اس کے جواب میں تو نہ صرف سخت بیان بنتا ہے بلکہ دنیا بھر میں ہمارے سفارت کاروں کو یہ چیز اُجاگر کرنی چاہیے اور انڈیا کے خلاف باقاعدہ مہم چلانی چاہیے۔ ایسی مہم انڈیا نے 1971ء میں ہمارے خلاف چلائی تھی کہ ہم اپنے ہی عوام کے ایک حصے پر ظلم کر رہے ہیں۔ ایسے دانشوروں کو بھی shut up کال دینی چاہیے جو اس موقع پر اخلاقی برتری ثابت کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں کہ ہمیں خاموش رہنا چاہیے۔ یہ کوئی صحیح طرزِ عمل نہیں ہے۔

سوال: نریندر مودی سمیت بی جے پی کے وزراء انڈیا کے مظالم کے خلاف مقبوضہ کشمیر میں اُٹھنے والی حالیہ عوامی لہر سے گھبرا کر ایسے بیانات دے رہے ہیں یا وہ اکھنڈ بھارت کے قیام کے لیے پاکستان پر خدانخواستہ کوئی وار کرنا چاہتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: اصل میں دانش کے ٹھیکیدار کسی اور دنیا میں رہتے ہیں، اور شاید انہوں نے تاریخ ہند کا کبھی مطالعہ کیا ہی نہیں۔ بات بالکل سیدھی سی ہے کہ بھارت کے ہندو نے پاکستان کے وجود کو پہلے دن سے قبول ہی نہیں کیا تھا۔ دنیا کے کوئی سے دو ممالک، دو افراد، دو گروہوں کے درمیان کشیدگی اس کی وجہ کو دور کر کے ختم کی جا سکتی ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان اگر دس روپے کا جھگڑا ہے تو وہ پانچ، پانچ روپے کر کے یا چار، چھ روپے کر کے طے ہو جاتا ہے اور بات ختم ہو جاتی ہے۔ جب جھگڑا یہ ہو کہ میں تمہارا وجود نہیں دیکھنا چاہتا، تو پھر پاکستان اور بھارت کا معاملہ اخلاقی سطح پر کیسے حل ہو گا؟ وہ پاکستان کو دنیا کے نقشے پر نہیں دیکھنا چاہتے۔ وہ سرزمین ہند کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ یہ گاؤ ماتا تھی جس کے ٹکڑے کر دیے گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہندوستان کا مطلب ہے ہندوؤں کے رہنے کی جگہ۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمان کا مقام یا پاکستان یا گورستان۔ کشمیر پر انہوں نے دھوکہ دہی سے قبضہ کیا۔ اب روزانہ سینکڑوں اور ہزاروں افراد کے جلوس پر لاٹھی چارج ہوتا ہے، ان پر گولیاں برسائی جاتی ہیں، انھیں مارا جاتا ہے، وہ لاپتہ ہوتے ہیں، خواتین کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ اس سب کے باوجود دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت بھی وہ ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ بی جے پی شق 370 کو انڈیا کے آئین سے نکالنے کے لیے برسر اقتدار آئی تھی، لیکن اب وہاں نعرے لگ رہے ہیں ''پاکستان سے رشتہ کیا؟ لا الٰہ الا اللہ''۔ وہاں پاکستان کے جھنڈے لہرائے جاتے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے ان کی desperation کا۔ یہ نتیجہ ہے ان کی بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ کا جو وہ پاکستان پر یوں حملہ آور ہو رہے ہیں۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اب تو نریندر مودی کے عزائم بالکل واضح ہو گئے ہیں۔ انڈیا میں رہنے والے مسلمانوں کے خلاف بھی ان کے جو اقدامات ہو رہے ہیں، اس پر تو وہاں کے مسلمان بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کے وزیروں نے گوشت کے حوالے سے بڑے واضح بیانات دیئے ہیں۔ اب خالی کشمیر کا مسئلہ نہیں رہا۔

ایوب بیگ مرزا: ہندوستان کی بڑی بدقسمتی ہے کہ اتنا چھوٹے دماغ کا آدمی، اتنا کم تر ذہنیت کا آدمی، نظریاتی

> **بھارت کو یہ قطعی طور پر برداشت نہیں کہ پاکستان اپنی بہتری کے لیے کوئی بھی قدم اٹھائے**

لحاظ سے اتنا ضعیف آدمی وہاں کا وزیر اعظم بنا ہے۔ پاکستان کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ خود اس کے اعمال اور کردار نے دو قومی نظریہ کو ایک دفعہ پھر اجاگر کر دیا ہے۔ یہ دو قومی نظریہ جس نے ہندوستان میں جنم لیا تھا، جس طرح دنیا کے مختلف حصوں یعنی افغانستان، عراق، بوسنیا، میانمار، فلسطین، شام میں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے، یہ دو قومی نظریہ ان شاء اللہ گلوبل ہو گا۔ اب یقیناً عالمی سطح پر غیر اسلامی قوتیں اسلامی قوتوں کے مقابل آئیں گی۔

سوال: سابق صدر آصف علی زرداری نے پاک فوج کو ridicule کیا ہے۔ اس پر عوام اور فوج کی طرف سے کیسا ری ایکشن آئے گا؟

ایوب بیگ مرزا: ہمیں اس وقت اس بات سے غرض نہیں ہے کہ انہوں نے پاکستانی فوج کو ریڈیکول کیا ہے، بات یہ ہے کہ کیوں کیا ہے؟ کیوں ایسی نوبت آئی ہے؟ کراچی میں رینجرز کے ٹارگٹڈ آپریشن میں پہلے ایم کیو ایم زد میں آئی۔ زرداری صاحب نے اس لیے ری ایکٹ کیا ہے کہ اب ان کی معاشی دہشت گردی پر ہاتھ پڑا ہے۔ معاشی دہشت گردی یہ ہے کہ گزشتہ سات سال سے پہلے سارے پاکستان میں اور پھر دو سال سے سندھ میں لوٹ مار لگی ہوئی ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ 230 ارب روپیہ ہر سال 26 افراد ناجائز طور پر لے جاتے ہیں۔ یہ حال ہے وہاں معاشی دہشت گردی کا!

سوال: یعنی کرپشن کے حوالے سے جو شکنجہ تھا، وہ تنگ ہوتا جاتا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: اس پر یہ صاف صاف کہا گیا کہ بھائی تم اپنا کام کرو، ہمیں اپنا کام کرنے دو۔ یعنی تم جاؤ، لڑو، مرو اور ہمیں لوٹ مار کرنے دو۔ میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ ہماری موجودہ عسکری قیادت کے بارے میں تو کچھ نہیں کہا جاسکتا، لیکن ہماری سابق عسکری قیادتیں کرپشن میں کسی طرح کم نہیں رہیں۔ لہٰذا جنرل راحیل شریف کو چاہیے کہ آصف زرداری کی گردن میں قلادہ ڈالنے سے پہلے وہ ان 9 جرنیلوں کے بارے میں کوئی قدم اٹھائیں جن کے کیسز ان کے پاس پڑے ہوئے ہیں۔ یہ بڑی اچھی بات ہوگی کہ اپنے گھر سے اس کی ابتدا کی جائے۔ قوم آپ کے ساتھ کھڑی ہوگی اور پھر آپ کے پاس دوسروں کے خلاف ایکشن لینے کا اخلاقی جواز بھی ہوگا۔

سوال: چائنہ پاکستان اکنامک کاریڈور کے منصوبے سے انڈیا کے مفادات پر کتنی ضرب لگتی ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: بنیادی طور پر بات وہی ہے کہ انڈیا کو یہ برداشت نہیں کہ پاکستان اپنی بہتری کے لیے کوئی قدم اٹھائے۔ یہ صرف اس ایک منصوبے کا مسئلہ نہیں ہے، ہمارے ہاں بلوچستان اور فاٹا میں جو کارروائیاں ہو رہی ہیں اس کے اندر پہلے سے را ملوث ہے۔ بلوچستان کی کہانی کوئی آج کی کہانی نہیں ہے، یہ بہت پہلے اپنی جگہ موجود تھی۔ اب انڈیا نے ہم پر دو طرف سے اٹیک کیا ہوا ہے۔ یعنی ہماری مشرقی سرحدوں پر بھی دھمکیاں دے رہا ہے، اور ہمارے مغربی محاذ پر جاری آپریشن ”ضرب عضب“ کے علاوہ بلوچستان میں instability پیدا کرنے کے لیے افغانستان میں موجود اپنی bases استعمال کر رہا ہے۔ سی پیک کے جواب میں اس نے را کو مزید فنڈز allocate کیے ہیں، اور کھلم کھلا بیان دیا ہے کہ ہم پاکستان میں اپنی دہشت گردانہ کارروائیاں بڑھا دیں گے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایران اور افغانستان سے ہوتے ہوئے سینٹرل ایشین سٹیٹس کا ریڈور بنانے کی کوشش کی ہے۔ گوادر کے نزدیک ایران کی بندرگاہ کو وہ ڈویلپ کر رہے ہیں۔ اس کے ذریعے سے وہ سنٹرل ایشین سٹیٹس تک ہماری رسائی کو سبوتاژ کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔

پاکستان اپنی نظریاتی بنیادوں پر کھڑا ہو کر ہی بھارت کا مقابلہ کرسکتا ہے

نریندر مودی مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف کارروائیاں تو اپنی جوانی سے کرتے چلے آ رہے ہیں، اب ان کارروائیوں کو تیز کرنے کے لیے ان کو ایک بہانہ ہاتھ آ گیا ہے۔ اس موقع کو وہ ضائع نہیں کریں گے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنا گھر ان آرڈر کریں اور ان کی کارروائیوں کا توڑ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اُمید ہے ان شاء اللہ ہمارے مقتدر حضرات اس بات کو سمجھیں گے۔

سوال: کیا پاکستان کو نریندر مودی کے پاکستان مخالف اعترافی بیان پر انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس یا یو این او سے رابطہ نہیں کرنا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس یا اقوام متحدہ تو ایک نظام کا حصہ ہیں، جو طاقتور نے کمزور کو دبانے کے لیے بنایا ہے۔ لہٰذا وہاں اسی کی چلے گی جو طاقتور ہوگا۔ اس وقت بھارت امریکہ کا قدرتی و فطرتی حلیف ہے۔ اصولی طور پر تو یو این او کو مودی کے بیان کا ازخود نوٹس لینا چاہیے کہ ہمارے چارٹر میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ ایک ملک کی افواج دوسرے ملک کی سرحدوں کو پامال نہیں کریں گی، اس کے لیے انہیں عالمی ادارے سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ تو پوچھنا چاہیے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا، آپ اس کا اعتراف کر رہے ہیں۔ لیکن سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہاں تو جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا اصول چل رہا ہے، اور یہی چلتا رہے گا۔ یو این او سے تو ناامید ہو جائیے۔ رہ گیا مسئلہ بھارت کا، وہ جب تک اپنے آپ کو چانکیائی فلسفے سے الگ نہیں کرتا......

سوال: یہ چانکیائی فلسفہ کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ اشوک کا ایک وزیر تھا۔ اس نے ایک فلسفہ ہندو ریاست کے لیے بنایا تھا کہ ہندو ریاست اپنے ہمسائے کو ہمیشہ دشمن کی نگاہ سے دیکھے اور ہمسائے کے ہمسائے سے اپنے تعلقات بہترین بنائے۔ لہٰذا ہندوستان نے پاکستان کے تمام ہمسایوں سے اچھے تعلقات قائم کیے ہیں۔ پھر یہ کہ جب تک تم کمزور ہو تب تک تم نے کس طرح اپنے دشمن کے سامنے بھیگی بلی بن کے رہنا ہے اور جب تم میں طاقت آئے تو اگر تم نے چیر پھاڑ کرنے میں رعایت کی تو یہ تم اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارو گے۔ یہ ان کے فلسفہ کی بنیادیں ہیں۔ اسی فلسفے پر وہ چل رہے ہیں۔ اسی طرح پاکستان جب تک اپنے نظریات پر نہیں آتا، اس وقت تک پاکستان بھی کھوکھلی بنیادوں پہ کھڑا ہے۔ اس وقت دو قومی نظریہ لوگوں کے سامنے ذرا اور اُبھر کر سامنے آیا ہے لیکن جب تک اس کی عملی تعبیر نہیں ہوتی، پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی ریاست نہیں بنایا جاسکتا۔ ابھی تک دو قومی نظریہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور اس پر ہم زبان سے نعرے مارتے رہتے ہیں، لیکن اس نے عملی صورت کسی بھی شکل میں اختیار نہیں کی بلکہ کسی حد تک پسپائی اختیار کی ہے۔ وہ 1962ء کے غلام احمد پرویز کے عائلی قوانین ہوں یا ماضی قریب میں حقوق نسواں کا بل، یہ پسپائی ہے۔ ہندوستان اس وقت ایک ہندو ریاست بن چکا ہے، دعا کیجیے کہ اللہ پاک پاکستان کو بھی صحیح معنوں میں ایک اسلامی فلاحی ریاست بنائے!

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: آپ نے اس مسئلے کو انٹرنیشنل فورم میں لے جانے کا پوچھا تھا۔ کشمیر کا مسئلہ پچھلے ساٹھ سالوں سے یو این او کے فورم پر موجود ہے۔ اسی طرح سندھ طاس معاہدے کو ہم انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس میں لے کر گئے ہیں۔ کیا بنا؟ وہ مقبوضہ کشمیر میں دریائے چناب پر ڈیم بنا رہا ہے اور جہلم کے پانی کو سرنگ کے ذریعے دوسرے دریا میں ڈال رہا ہے۔ ہم کیا کر سکے ہیں اس کا! حقیقت میں یو این او بھی سپر قوتوں کے مقابلے میں چھوٹی ریاستوں کے مفادات کا تحفظ نہیں کرتی۔

اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ”خلافت فورم“ کے عنوان سے دیکھی جاسکتی ہے۔

صف بندیاں ہو رہی ہیں

اوریا مقبول جان
theharferaz@yahoocom

یوں لگتا ہے پورے عالم اسلام میں صف بندی ہو رہی ہے۔ دوستیاں اور دشمنیاں واضح ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ عالمی صورت حال، دوطرفہ تعلقات اور باہمی امن کے نام پر جو منافقت ہو رہی تھی اس کا خاتمہ ہو رہا ہے جو جس کے خلاف سازش یا پس پردہ دشمنی کر رہا تھا اب اس کا کردار واضح ہوتا جا رہا ہے۔ گزشتہ تیس سال سے پاک بھارت دوستی کی منافقت زور و شور سے چل رہی تھی۔ دوطرفہ تعلقات اور علاقائی امن کے نام پر کانفرنسیں بھی منعقد ہوتی تھیں، وفود کا تبادلہ بھی ہوتا تھا اور مسائل کے حل کے لیے سربراہان مملکت بھی آپس میں ملتے تھے۔ ان سب کے علاوہ ایک اور ہجوم تھا۔ این جی اوز، سول سوسائٹی اور امن کے پرچم بردار گیندے کے پھولوں کے ہار لے کر ایک دوسرے کا واہگہ بارڈر پر استقبال کرنے والے، بارڈر پر شمعیں جلا کر امن کے پیامبر بننے والے۔ یہ عجیب لوگ اپنی مخصوص منطق کے ساتھ ٹیلی ویژن پروگراموں، سیمیناروں اور جلسوں میں تشریف لاتے۔ ان سے کوئی سوال کرتا کہ بھارت میں کشمیر پر ظلم ہو رہا ہے وہاں مسلمان اقلیت بدترین معاشی اور معاشرتی حالات میں زندگی گزار رہی ہے تو ایک دم بھڑک اٹھتے اور کہتے کہ ہم بھی تو اپنی اقلیتوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کر رہے، ہم نے بھی تو ان کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ یوں لگتا تھا جیسے پاکستان میں وہ بھارت کے وکیل ہیں۔ ان سب لوگوں کی بھارت یاترا لگی رہتی اور وہاں سے آنے والوں کی پاکستان یاترا۔ ان سب کا نشانہ کسی نہ کسی طور پر پاکستان کی افواج ہوتیں۔ بنگلہ دیش ان کا محبوب ترین موضوع ہوتا۔ یہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کو صرف اور صرف افواج پاکستان کی زیادتیوں سے تعبیر کرتے۔ ان کی زبان پر نہ کبھی مکتی باہنی کے مظالم آئے اور نہ ہی انھیں یہ یاد رہتا کہ بھارت نے وہاں افواج اتار کر اس حصے کو علیحدہ کیا تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی ان کے ہاں فوج سے نفرت کی علامت تھی۔ اسی لیے وہ اس کے تمام گناہ صاف کر دیتے۔ بلوچستان میں سیاسی حکومت کا دھڑن تختہ ذوالفقار علی بھٹو نے کیا تھا اور وہاں آرمی ایکشن بھی اسی کے حکم سے شروع ہوا لیکن یہ اس کا نام تک نہ لیتے بلکہ صرف اور صرف فوجی کارروائی یا آپریشن کہتے۔ حبیب جالبؔ کی برسیاں مناتے لیکن ذکر تک نہ کرتے کہ حبیب جالب پر غداری کا مقدمہ ذوالفقار علی بھٹو نے بنایا تھا۔ عالمی امن، حقوق نسواں، علاقائی امن اور حقوق انسانیت ان کے خوبصورت چہرے تھے لیکن کسی مسلمان پر اگر بھارت میں تشدد ہوتا، کوئی شہر جیسے احمد آباد بدترین قتل و غارت کا شکار ہوتا۔ کشمیر میں مظالم ڈھائے جاتے لیکن ان کی زبان سے احتجاج نام کا لفظ تک نہ نکلتا۔ نہ شمعیں جلائی جاتیں اور نہ ہی پلے کارڈ لے کر بازاروں میں نکلا جاتا لیکن اگر پاکستان میں کسی اقلیت پر تھوڑا سا بھی تشدد ہوتا تو یہ اس کی دہائی عالمی سطح پر لے جاتے۔ یہ دہائی اس قدر شدت سے مچائی جاتی کہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک ان اقلیتوں کو سیاسی پناہ دینے لگے اور پاکستان ان ممالک میں شمار ہونے لگا جہاں اقلیتیں غیر محفوظ ہیں۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ کشمیر میں ایک لاکھ شہدا کی قبروں کے باوجود بھارت ایک عظیم جمہوری ملک ہے اور وہاں اقلیتوں کو ہر طرح کا تحفظ حاصل ہے جب کہ پاکستان کو ان آستین کے سانپوں نے دنیا بھر میں بدنام کیے رکھا۔

گیارہ ستمبر کے بعد تو ان کی لاٹری نکل آئی۔ پوری دنیا کے نزدیک مسائل کی جڑ اور فتنے و فساد کا موجد صرف اور صرف مسلمان تھے۔ ان میں سے بھی وہ مسلمان جو پاکستان اور افغانستان میں یا اس کے آس پاس کے علاقوں میں بستے تھے۔ بم برسائے گئے، شہری آبادیاں مسمار کی گئیں، بچوں، عورتوں کو نشانہ بنایا گیا۔ افغانستان کے دشت لیلیٰ کا وہ واقعہ کہ جس میں تین ہزار افغانوں کو کنٹینزوں میں بند کر کے دھوپ میں کنٹینر رکھ دیے گئے تھے اور وہ افراد ان کنٹینزوں میں تڑپتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ دنیا کی انسانی حقوق کی تنظیموں کے نقشے اور ریکارڈ میں اس واقعے کی کوئی حیثیت تک نظر نہیں آتی۔ آپ کو کہیں بھی یہ دلدوز واقعہ تاریخ کے سیاہ ترین واقعات میں نظر نہیں آئے گا۔ امریکا اس کے حواری نیٹو ممالک اور پاکستان یہ سب وہ ممالک تھے جن میں ان تمام انسانی حقوق، عالمی امن اور انسانی بھائی چارے کے نام پر بننے والی تنظیموں کو پذیرائی حاصل رہی۔ ایسی تمام سیاسی جماعتیں، سیاسی رہنما جن کا رجحان سیکولرزم اور بھارت پرستی کی طرف تھا ان کے لیے اقتدار کے راستے کھل گئے۔ بھارت شاندار ہمسایہ اور گنگا جمنی تہذیب کے نعرے نے دونوں جانب ایک ایسی منافقت کو رواج دیا جس میں پاکستان کے ہر اس طبقے میں بھارت کو گھسنے کا موقع ملا جو ریاست پاکستان کی سالمیت کے درپے تھا۔ یہ سب جانتے تھے کہ کون، کب اور کہاں بھارت کی ایجنسیوں سے رابطے میں ہوتا ہے، کون کہاں سے سرمایہ حاصل کرتا ہے، کون کس کی زبان بولتا ہے لیکن کہیں اس کا تذکرہ تک نہ ہوتا۔ میڈیا سے لے کر اقتدار پر بیٹھے سیاسی رہنما ہوں یا فوجی جرنیل سب اسے پڑوسی ملک کہتے۔ کوئی بھارت کا نام نہ لیتا۔ ہم کس قدر ظالم ہیں کہ ہم نے اپنے ساتھ زیادتی کرنے والوں کا نام تک لینا چھوڑ دیا۔ یہی بدقسمتی تھی کہ کسی کو اس بات پر شرم تک محسوس نہ ہوئی کہ بنگلہ دیش جسے بھارت نے فوجی حملہ کر کے ہم سے الگ کیا تھا، اس کی تحریک آزادی کا ایوارڈ وصول کرنے جاتے۔ دنیا کی تاریخ میں ہم شاید واحد ایسے لوگ تھے۔ کیا کسی امریکی نے ویت نام میں، کسی روسی نے یوگوسلاویہ میں یا کسی انگریز نے 1857ء کی جنگ آزادی کے دوران انگریز قوم سے غداری پر ایوارڈ وصول کیا تھا۔ ہم نے یہ تاریخ بھی رقم کر دی۔ لیکن اب وقت بدل رہا ہے۔ یہ وقت ہم نے خود نہیں بدلا، اس لیے کہ شاید ہم یہ جرأت خود نہ کر پاتے۔ جتنے سال ہم نے مفاہمت اور ایک پڑوسی ملک کہہ کر گزارے، بھارت نے ٹھیک اتنے سال ہمیں عالمی دہشت گردی کا حصہ ثابت کرنے میں لگائے۔ ممبئی حملہ سے لے کر آج تک حالات نے پلٹا کھایا اور نریندر مودی مسند اقتدار پر آ گیا۔ پہلوان للکار کر اکھاڑے میں اترا تو ہماری جانب بھی منافقت کا لبادہ اتارنا پڑا۔ اب صرف سچ سامنے ہے۔ ہم ایک دوسرے سے کتنی نفرت کرتے ہیں، ایک دوسرے سے کس قدر الگ ہیں۔ دونوں قوموں پر واضح ہوتا جا رہا ہے۔ یہ صف بندی ہے۔ یہ صف بندی صرف پاک و ہند میں نہیں عالم اسلام میں بھی ہو رہی ہے۔ اس لیے کہ سید الانبیاء ﷺ کے ارشادات کے مطابق وہ وقت قریب آن پہنچا ہے کہ جب مسلمان دو محاذوں پر آخری بڑی جنگ لڑ رہے ہوں گے ایک بھارت کے ساتھ اور دوسری شام کے محاذ میں دجال کے ساتھ۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم ہند کے بادشاہوں کو زنجیروں میں جکڑ کر لاؤ گے تو حضرت عیسیٰؑ کو اپنے درمیان پاؤ گے (کتاب الفتن)۔ یہ ٹائم لائن قریب نظر آ رہی ہے۔ صف بندیاں ہو رہی ہیں، منافقت ختم ہو رہی ہے، دشمن آمنے سامنے آ رہے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

تنظیم اسلامی ملتان کی سات تنظیم کا مظاہرہ

میانمار میں مسلمانوں پر ظلم و ستم اور نسل کشی کے خلاف ملتان کی سات تنظیم کا مشترکہ مظاہرہ 11 جون 2015ء کو نواں شہر چوک، ملتان میں ہوا۔ رفقاء تنظیم نے نماز عصر چوک پر واقع مسجد میں ادا کی۔ ناظم مظاہرہ جناب سعید اظہر عاصم نے رفقاء کو اکٹھا کر کے 10 منٹ کا خطاب اور ہدایات دیں۔ اس کے بعد رفقاء منظم انداز میں قطاریں بنا کر تی بورڈ و فلیکس لے کر چوک میں مختلف مقامات پر کھڑے ہو گئے۔ کچھ رفقاء نے ہینڈ بلز کی تقسیم کا کام کیا۔ مظاہرہ کی اطلاع ایک دن قبل مقامی اخبارات کو بذریعہ خط دے دی گئی تھی۔

6 بجے مظاہرہ شروع ہوا۔ اخبارات اور ٹی وی چینل والے بھی آ گئے۔ عطاء اللہ خان، ڈاکٹر طاہر خان، سعید اظہر عاصم اور سلیم اختر نے میڈیا سے مختصر گفتگو کی۔ مظاہرہ میں ڈیڑھ سو سے زائد رفقاء نے شرکت کی۔ آخر میں نواں شہر چوک سے ریلی کی صورت میں روزنامہ نوائے وقت کے دفتر تک واک کی گئی۔ وہاں پر امیر حلقہ جناب ڈاکٹر طاہر خاکوانی نے شرکاء سے اختتامی خطاب کیا اور شام سات بجے مظاہرہ ختم ہوا۔ (مرتب: شوکت حسین انصاری)

حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے زیر اہتمام ایک روزہ پروگرام

14 جون 2015ء کو حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے زیر اہتمام مسجد دارالسلام جی میں ایک روزہ پروگرام منعقد ہوا جس میں گوجرخان، جہلم، میرپور اور جاتلاں کے رفقاء و احباب شریک تھے۔ ساڑھے آٹھ بجے مقامی امیر محترم ظفر اقبال کے درس قرآن سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ انہوں نے فکرِ آخرت کے حوالے سے سورۃ انفطار کی آیات کا درس دیا۔ عظمتِ قرآن کے حوالے سے پروفیسر عبدالباسط نے مدلّل گفتگو کی۔ رمضان اور قرآن کے عنوان پر محترم سید محمد آزاد نے سورۃ البقرۃ، آیت 185 کی روشنی میں گفتگو فرمائی۔ استقبال رمضان کے حوالے سے محترم افتخار احمد نے حضور ﷺ کا شعبان کی آخری رات کو دیے گئے خطبے کا ترجمہ بیان کیا۔ پروفیسر ندیم مجید نے ''ہم رمضان کیسے گزاریں'' کے حوالے سے ہدایات دیں۔

امیر حلقہ محترم مشتاق حسین نے ''آخر کامیاب کون؟'' کے عنوان کے تحت سورۃ البقرۃ کی آیات 246 تا 251 کے حوالے سے گفتگو کی۔ محمد اشرف نے اخلاق حسنہ کے حوالے سے گفتگو کی۔ ''اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی اور اس کا علاج'' کے موضوع پر احمد بلال نے مؤثر گفتگو کی۔ آخر میں امیر حلقہ نے دستور تنظیم اسلامی کی دفعہ 11 ''تنظیم اسلامی اور ملکی انتخابات'' کا لفظ بہ لفظ مطالعہ کروایا۔

اس کے بعد برما کے مسلمانوں کی حالتِ زار کے حوالے سے جاتلاں شہر میں مظاہرہ ہوا جس میں پروفیسر عبدالباسط، غلام سلطان اور احمد بلال ایڈووکیٹ نے حقوق انسانی کی عالمی تنظیموں کی خاموشی کی مذمت کی۔ اس پروگرام میں 60 رفقاء اور 12 احباب شامل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اجر عطا فرمائے۔ (رپورٹ: غلام سلطان)

دعائے صحت

☆ تنظیم اسلامی گجرات کے ملتزم رفقاء حاجی محمد اقبال اور محمد نعیم اشرف بٹ علیل ہیں۔

☆ حلقہ گوجرانوالہ کے معتمد انوار احمد خان کی اہلیہ گردوں کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ ہمیں اپنی بیٹی، عمر 25 سال، خوش شکل، تعلیم یافتہ، سماعت سے محروم کے لیے تعلیم یافتہ، برسر روزگار سماعت سے محروم لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات برادری کی کوئی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0423-7491609 0322-4567900

☆ رفیق تنظیم اسلامی گجرات کو اپنی ہمشیرہ عمر 20 سال، تعلیم قرآن فہمی کورس کے لیے برسر روزگار رفیق تنظیم کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0320-1687012

☆ ایبٹ آباد میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم بی ایس سی، خوب سیرت و خوب صورت کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0992-400750 0321-6328709

رفقاء متوجہ ہوں

رفقاء کے تحریری سوالات اور
امیر تنظیم اسلامی **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ
کے جوابات پر مشتمل **ماہانہ پروگرام**
تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر

امیر سے ملاقات

کے عنوان سے دیکھا جا سکتا ہے

☆ رفقاء تنظیم پروگرام کے لیے سوالات اپنے نام اور مقامی تنظیم و حلقہ کے حوالے کے ساتھ ہر ماہ کی 20 تاریخ تک درج ذیل ذرائع سے بھجوا سکتے ہیں۔
i) بذریعہ ای میل: media@tanzeem.org پر۔ ii) بذریعہ خط: K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتے پر۔
iii) بذریعہ SMS موبائل نمبر 0312-4024677 پر۔

خالصتاً فقہی نوعیت کے سوالات کے جوابات نہیں دیئے جائیں گے

المعلن: مرزا ایوب بیگ (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)
K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور
042-35869501-3/042-35856304

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں ■ تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

شمارہ جون - جولائی 2015ء
رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مشمولات

☆ روہنگیا مسلمانوں کی حالتِ زار اور مسلم اُمّہ کی بے حسی	رفیق چودھری
☆ اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی اور حکیم الامت کی راہنمائی	حافظ عاکف سعید
☆ شرعی احکام کی اقسام (۲) (مطالعہ حدیث)	ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ جناب رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کیسے گزارا؟	انجینئر مختار فاروقی
☆ عظمتِ صیام اور تقلیلِ طعام	جمیل الرحمٰن عباسی
☆ روزہ اور جدید میڈیکل سائنس	پروفیسر عبدالعظیم جانباز
☆ تقویٰ، شکر اور ہدایت کا مخزن	عامرہ احسان
☆ اصولِ قرآن کا خلاصہ، چار چار میں	انجینئر نوید احمد
☆ اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی (کتاب نما)	ڈاکٹر ابصار احمد
☆ رمضان کی راتوں میں نیکی کی مارکیٹنگ	ڈاکٹر حافظ محمد زبیر
☆ کیا ''اپنی مدد آپ'' کا نظریہ قرآنی ہے؟	پروفیسر عبداللہ شاہین

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

2 ماہ کی مشترکہ اشاعت: صفحات: 164 قیمت: 60 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

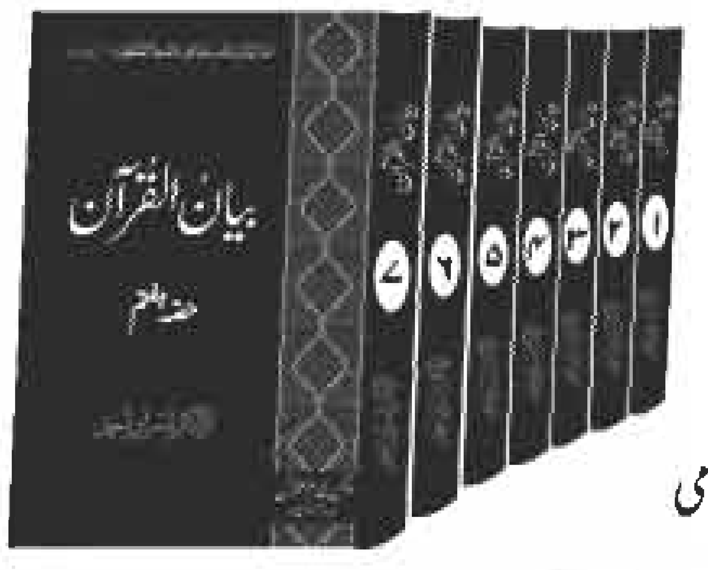

الحمد للہ

داعیٔ رجوع الی القرآن، بانیٔ تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل

بیانُ القرآن

کی کتابی صورت میں تکمیل پر

خصوصی رمضان گفٹ

مکمل سیٹ (7 حصے)

3600 روپے کے بجائے صرف 1500 روپے میں

مع خوبصورت اور مضبوط باکس

ڈاک خرچ (اندرون ملک) 200 روپے

(سٹاک کی دستیابی تک محدود پیشکش)

مکتبہ خُدام القرآن لاہور

36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

maktaba@tanzeem.org

عابد اللہ جان کی معرکہ آراء تصنیف

AFGHANISTAN:

The Genesis of the Final Crusade

کارواں اردو ترجمہ:

٭ دیدہ زیب ٹائٹل ٭ معیاری طباعت ٭ امپورٹڈ پیپر

صفحات 348 ● قیمت 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

رمضان المبارک کا بہترین تحفہ

تعارف الکتاب (قرآن حکیم کے تیس پاروں کے اہم مضامین کا اجمالی بیان)

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے قرآن مجید کے ہر پارے کے مضامین کے حوالے سے اس کے چیدہ چیدہ نکات ایک خلاصے کی صورت میں بیان کیے ہیں۔ قرآن حکیم کے تعارف کے ضمن میں ایک اہم کتاب ہے۔

قیمت: -/150 (رمضان المبارک میں 50 فیصد رعایت)

❁ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی ایک کتاب ''تعارفِ قرآن'' کا خلاصہ مفت طلب کریں۔

ملنے کے پتے

قرآن اکیڈمی، 36-K ماڈل ٹاؤن، لاہور۔

مرکز تنظیم اسلامی، 67-A علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور۔

پاکستان میں انجمن خدام القرآن کے مراکز اور تنظیم اسلامی کے مراکز سے حاصل کر سکتے ہیں۔

صُفّہ پبلشرز، بوتل بازار، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔ فون: 042-37668110

MQM under the Microscope Again!

Adapted from the report by Owen Bennett-Jones

Officials in Pakistan's MQM party have told the UK authorities they received Indian government funds, the BBC learnt from an authoritative Pakistani source.

UK authorities investigating the MQM for alleged money laundering also found a list of weapons in an MQM property.

A Pakistani official has told the BBC that India has trained hundreds of MQM militants over the last 10 years.

British authorities held formal recorded interviews with senior MQM officials who told them the party was receiving Indian funding, the BBC was told.

Meanwhile a Pakistani official has told the BBC that India has trained hundreds of MQM militants in explosives, weapons and sabotage over the last 10 years in camps in north and north-east India.

Before 2005-2006 the training was given to a small number of mid-ranking members of the MQM, the official said.

More recently greater numbers of more junior party members have been trained.

The claims follow the statement of a senior Karachi police officer that two arrested MQM militants said they had been trained in India. In April Rao Anwar gave details of how the two men went to India via Thailand to be trained by the Indian intelligence agency RAW.

In response MQM leader Altaf Hussain issued a tirade of abuse at Rao Anwar.

In the course of the inquiries the UK authorities found a list itemizing weapons, including mortars, grenades and bomb-making equipment in an MQM property, according to Pakistani media reports that the BBC believes to be credible. The list included prices for the weapons. Asked about the list, the MQM made no response.

As the UK police investigations have progressed, the British judiciary has been taking an increasingly tough line on the MQM. Back in 2011 a British judge adjudicating an asylum appeal case found that "the MQM has killed over 200 police officers who have stood up against them in Karachi".

Last year another British judge hearing another such case found: "There is overwhelming objective evidence that the MQM for decades had been using violence."

The MQM is also under pressure in Pakistan. In March the country's security forces raided the party's Karachi headquarters. They claimed to have found a significant number of weapons there. The MQM said they were planted.

A number of MQM officials, including Altaf Hussain, have been arrested in relation to the money-laundering case but no-one has been charged. The party insists that all its funds are legitimate and that most of them come from donors in the business community in Karachi.

The latest developments in the MQM case suggest that Pakistan will now counter such complaints with demands that India stop sponsoring violent forces in Karachi.

Source:

http://www.bbc.com/news/world/asia